لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

وردی پوش ادیب

کسی ایک ملک کے ادب اور زبان کا سوال نہیں، دنیا کی بہت سی زبانوں اور ادب کے علمبرداروں کی شروع سے یہ کمزوری رہی ہے کہ جو ادیبوں کی وردی پہن کر، اور دین واخلاقیات سے رشتہ ناطہ توڑ کر ان کی بزم میں نہیں آیا، اس کو انھوں نے یا تو محفل میں آنے کی اجازت نہیں دی یا بادل ناخواستہ جگہ دی، ادب جس کو تقلید وروایت پرستی سے سب سے زیادہ انکار اور لکیر کا فقیر بننے سے سب سے زیادہ عار ہونا چاہئے تھا۔ اور جس کے خمیر وسرشت میں جدت وجرأت، ذہانت، ذوق جمال اور ادب کی زبان میں "حسن پرستی" داخل ہے اور جس کو بلبل کی طرح ہر گل کا شیدا اور ہر مظہر جمال وکمال کا شیفتہ وفریفتہ ہونا چاہئے، اکثر موقعوں پر روایت پرست، تعصب کا شکار اور رسم ورواج میں گرفتار نظر آتا ہے۔ ادب وانشاء کی جو تعریف استاد اول نے کردی اور اس کے جو حدود وخطوط کھینچ دیئے، بہت کم ادیبوں اور نقادوں کو ان سے سرتابی کرنے اور اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے کی جرأت ہوئی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر بعد میں آنے والا اپنے پیشرو کے قدم پر قدم رکھتا ہوا، اپنا سفر طے کرتا ہے، اور ادبی نمونوں کے ذخیرے میں کسی اضافہ، کسی تغیر اور کسی ترمیم کی جرأت نہیں کرتا، ادب وانشاء کی چند مثالی شخصیتیں منتخب کرلی جاتی ہیں، اور ہر آنے والا اسی سبق کو دہراتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
(ماخوذ از۔ مقدمہ حیات شیروانی)

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ سو روپے | ۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۶ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020
FORTNIGHTLY
Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)
Rs.5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف
صندل سے تیار کردہ خوشبو
دار عطریات، عمدہ واعلیٰ
قسم کے روغنیات وعرق
کیوڑہ، عرق گلاب
ودیگر عطریات کی
IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK, LUCKNOW-3
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ
تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
SHOP. 241176
RES. 268898
خط وکتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید ودلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

تعمیر حیات
میں
اشتہار دیکر
اپنی تجارت کو
فروغ دیں

مئو کے نورانی تیل کی خاص
پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر
U-18/77 اور کیپ کے اوپر
MAU CITY دیکھ کر خریدیں

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی
یا دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکرجی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

۲۹۳۸
۱۲۳۷۸۹
جرائد

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۲۳	۱۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ	جلد نمبر ۳۴

کتب خانہ ندوۃ العلماء

زیر نگرانی:-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:-
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک:-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک:-
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ — مینجر

خط وکتابت کا پتہ

مینجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

درس حدیث

غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج ابہا سعودیہ

ترجمہ ——— شمس الحق ندوی

"عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مال اور ساز و سامان کی کثرت مالداری نہیں ہے بلکہ اصل مالداری دل کا استغنا (اور قناعت) ہے۔

انسان اپنی طبیعت و مزاج کے اعتبار سے دنیا کا بڑا لالچی اور حریص واقع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا"[1] اور تم مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔

دنیا کی ساز و سامان سے اس کو آسودگی نہیں ہوتی نہ دنیا کی پیاس بجھتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انسانی مزاج کی تصویر کشی فرمائی ہے فرمایا: (اگر آدمی کو مال کی دو وادیاں مل جائیں تو اس پر قانع نہیں ہوگا بلکہ) تیسری وادی کا خواہش مند ہوگا اور اس کی طلب میں لگ جائے گا، آدمی کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔

مال و اولاد میں مشغولیت امتحان و آزمائش ہے، یہ آزمائش اپنا محاسبہ کرتے رہنے، من کی چاہت و طلب کو صحیح رخ پر لگانے اور اپنے اندر ایک دوسرے کی بہی خواہی کا جذبہ پیدا کرنے کی متقاضی ہے۔

"لہٰذا اس دین متین کے لئے ضروری تھا کہ حصول رزق کے لئے کوشش کرنے میں وہ انسان کو اعتدال و میانہ روی کی راہ دکھائے اور اس کے لئے اچھا طریقہ بتائے کہ وہ اسی طرح اپنے اندر اور زندگی کے معاملات کے اندر توازن قائم کرسکتا ہے، یہی طرز زندگی اس کو سکون قلب عطا کرسکتا ہے اور اسی میں اس خوش بختی کا راز پوشیدہ ہے، جو اس کو افراط و تفریط اور اس غلو سے بچا سکتا ہے جو اس کی جان و جسم دونوں کو تھکن و پریشانی میں ڈالتا ہے۔

اس انسان کو اس کی حرص و لالچ پر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود اپنے اور معاشرہ دونوں کے لئے خطرہ بن جائے، اسی وجہ سے اس کے شوق و حوصلہ کو بلند اقدار، اونچے معانی اور باقی رہنے والے رزق کی طرف موڑنا ضروری تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ"[2]

لوگوں کو ان کی خواہش کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں، اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں نفس انسانی کی وہ پسندیدہ خواہشات کھل کر سامنے آجاتی ہیں، جن کی طرف فطرت انسانی مائل ہوتی ہے قرآنی تعلیم ان خواہشات کو گندی سمجھنے کی دعوت نہیں دیتی، نہ ہی اس کو ناپسندیدہ قرار دیتی ہے، بلکہ اس کے محرکات حقیقت کو سمجھنے کی دعوت دیتی ہے۔

آیت نے خواہشات کو اس درجہ میں رکھا ہے جس سے وہ تجاوز نہ کرے، اور زندگی میں جو شئے خواہشات سے بھی زیادہ قابل قدر و محترم ہے اس کی حق تلفی نہ کرے، آیت ان اونچی اقدار کی طرف نظر کو متوجہ کرتی ہے، جو انسانی پسند کو صحیح رخ دیں جو غلو کے شائبہ سے پاک ہو۔

آیت میں مذکورہ خواہشات انسانی خواہشات کا نمونہ ہیں، جو معاشرہ کی خواہشات کی نمائندگی کرتی ہیں، قرآن کریم اس کو سامنے لاکر درست و ٹھیک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ توازن و اعتدال کی میزان پر ٹھیک اترے، (یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے)۔

لہٰذا اگر انسان بھلائی کا اونچا مرتبہ چاہتا ہے اور باقی رہنے والے شرف و بلندی کا طلب گار ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا اور اس کا پاس و لحاظ ضروری ہے جس کو تقویٰ کے لفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ"[3]

(باقی ص ۲۹ پر)

۱ الفجر ۲ آل عمران-۱۳ ۳ آل عمران-۱۵

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	خدمتِ ادب (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	نبوت محمدیؐ کا اعجاز	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۸
۴	اسلام کے سائے میں	فانی اسمٰعیل۔	۱۰
۵	تمدن اسلامی کے تین مینار	بدر الماص	۱۲
۶	قاری صدیق احمد صاحبؒ	پروفیسر محمد اجتباء ندوی	۱۳
۷	سماجی وادبی انقلاب	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری	۱۶
۸	دینِ اسلام	احمد حامد (قاہرہ)	۱۹
۹	آخری سلام کہنا	مولانا محمود احمد خاں ندوی	۲۲
۱۰	تاریکیوں سے سمجھوتہ نہ کرسکی	میر یولا لیلیٰ زیستی	۲۴
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
۱۲	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۷
۱۳	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی
۲۔ فی کاپی ۱۰/۰ روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخِ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم سینٹی میٹر Rs.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB.
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

خدمت ادب عہد حاضر میں

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور، لطیف جذبات واحساسات، اور ذوق جمال عطا کیا ہے وہ جب اپنے انھیں احساسات، جذبات اور فکر وخیالات کو بہتر سے بہتر اور مؤثر انداز سے الفاظ کے سانچہ میں ڈھالتا ہے تو وہ ادب کا نام پا جاتا ہے، یہ ادب ہر ملک وقوم اور ہر زمانہ میں پایا جاتا رہا ہے، نظم ونثر دونوں ہی میں اس کو عروج وترقی حاصل ہوئی ہے، ادب چونکہ انسانی جذبات وخواہشات کے تابع رہا اس لئے اس سے انسانیت کی تعمیر کا کام تو کم ہی لیا گیا البتہ ہوس رانی اور تخریبی کاموں میں اسے خوب خوب استعمال کیا گیا، پھر یہ تخریب کا کام اتنا ہی تیز ہوتا گیا جتنے وسائل زندگی ترقی کرتے گئے، حتی کہ ہمارے موجودہ دور میں تو ادب نے جامۂ انسانیت کو تار تار ہی کر کے رکھ دیا، اس وقت بندۂ ہوس وزر کے ادیب کا قلم وہ سب کچھ لکھ سکتا ہے جس سے دولت حاصل ہوتی نظر آئے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ادب کی غایت وغرض دولت اور شہرت کا حصول بن جائے تو ایسا ادب تعمیر کے بجائے انسانیت کی مٹی پلید کر کے رکھ دے گا۔

اس وقت دنیا میں ایسے ہی ادب اور ایسے ہی ادیبوں کا چلن ہے اور دنیا ایسے ہی ادیبوں کو ادیب مانتی ہے جو تخریب انسانیت کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس وقت اخلاقی زوال وانحطاط کا جو طوفان بپا ہے اس میں انھیں ابن الوقت اور زر پرست ادباء کے پیش کردہ مخرب اخلاق لٹریچر کا بڑا حصہ ہے یہی ادب آگے بڑھ کر ڈرامہ، ناول اور آرٹ کا روپ اپناتا ہے جو ایسے مناظر سامنے لاتا ہے کہ اگر انسان کی فطرت سلیم بالکل ہی مسخ نہ ہو چکی ہو تو اس پر نظر پڑتے ہی شرم وحیا سے اس کی نگاہیں جھک جاتی ہیں، اور پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔

سفر خواہ ٹرینوں کا ہو یا بسوں اور جہازوں کا، وقت گذاری کے نام پر مسافروں کے ہاتھوں میں کوئی ایسی ہی کتاب یا رسالہ نظر آئے گا جو ذہنی عیاشی میں مست اور سرشار رکھتا ہے، اسٹیشنوں کے بک اسٹالوں پر نظر ڈالئے تو اکثر کتابوں اور رسالوں کے سرورق کسی کافر ادا کی پرکشش تصویر نظر آئے گی، یا فلم ایکٹروں کی ایسی ایکٹنگ نظر آئے گی۔ جو اس کتاب یا رسالہ کے مندرجات کا وہ خلاصہ پیش کر دیتی ہے جو ایک اچٹتی ہوئی نظر میں پڑھ لیا جاتا ہے، اور نوجوانوں کو اس کے پڑھنے کے لئے بے تاب کر دیتا ہے ادب صالح کے ترجمان نے بہت پہلے کہا تھا ؎

ہند کے شاعر وصورت گر وافسانہ نویس
آہ ! بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

بات فقط ہندوستان ہی کی نہیں بلکہ آج پوری دنیا میں اسی ادب کا چلن ہے اور انھیں ادیبوں کو ادیب تسلیم کیا جاتا ہے، تفریح طبع کے نام پر یہ ادب اتنا عام ہو گیا کہ اب تو کوئی اشتہار حتی کہ دواؤں کے لیبل تک کسی ایسی تصویر سے خالی نہیں ہوتے جو ذہنی انتشار نہ پیدا کرتی ہو، یہ اشتہار اخبارات ورسائل میں بھی پیش کیا جاتا ہے اور ٹیلیویژن پر بھی، حد یہ ہے کہ ٹیلیویژن پر کوئی تعلیمی وتربیتی پروگرام بھی آ رہا ہو تو درمیان میں کوئی ایسا عریاں اشتہار آ جائے گا، جس سے دیکھنے والوں کی نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں، یہی پیسہ والا ادب سرکار۔ دربار کا بھی ادب ہوتا ہے، زیادہ واضح الفاظ میں ہم اس ادب کو ابن الوقتی ادب کہہ سکتے ہیں جو وقت کے سارے ہی موضوعات کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اور بڑی بے باکی کے ساتھ کہا اور باور کرایا جاتا ہے کہ " چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی " اس صورت حال کے بعد بہت آسانی کے ساتھ اس حقیقت تک پہونچا جا سکتا ہے کہ وہ ادب ادب ہو ہی نہیں سکتا جس کے پیچھے اپنے خالق ومالک اور نظام کائنات کے چلانے والے خدائے واحد کا تصور اور عقیدہ نہ ہو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ایک ایسا

بھی دن آکے رہے گا جس دن ہر آدمی کو اپنے عمل کا حساب دینا ہوگا اور اچھے برے کاموں کا ویسا ہی نتیجہ سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شترِ بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کو ادب سکھانے کے لئے ایسا معلم و مربی رسول بھیجا جس کو اس نے خود ادب سکھایا چنانچہ اسی معلمِ اعظم کا مبارک ارشاد ہے:-

"اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی"
مجھ کو میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا ہے۔

اس مربی و معلم کو ادب کی تعلیم دینے کی غرض سے جو کتاب عطا ہوئی وہ قرآن کے نام سے دنیا میں موجود ہے۔ جس کے ادب کے سامنے وقت کے سارے ادیبوں نے ہتھیار ڈال دیئے پھر اس کتاب کی تفہیم و تشریح میں اس مربی و معلم نے جو کچھ فرمایا اس کی تعلیمات کو جس مؤثر انداز سے پیش کیا اسی کو حدیث کہا جاتا ہے، اور ان دونوں کی رہنمائی میں جو ادب وجود میں آیا وہ ادب ادب اسلامی کہلاتا ہے۔

لیکن ادیبوں کا وہ گروپ جس کی تفصیلات اوپر بیان ہوئیں ان اسلامی ادیبوں کو اپنی صف میں شمار ہی نہیں کرتا وہ اس ادیب کو ادیب مانتا ہی نہیں جو ادب ترقی پسندی کی باتیں نہ کرتا ہو، اس صالح اور انسان ساز ادب کا مذاق نہ اڑاتا ہو اور انسانیت کو ادب سکھانے والے آسمانی صحیفوں پر کوئی جملہ نہ کستا ہو۔ حالانکہ ان اسلامی ادیبوں کا ادب اتنا معیاری ہے کہ آج کی آوارہ دنیا میں انسانیت کی جو تھوڑی بہت آبرو باقی ہے، وہ انھیں اسلامی ادیبوں کی مساعی کے نتیجہ میں ہے، ان ہی کا ادب ہے جو انسان کو اس کے خالق سے ہمکلام کر دیتا ہے، جو انسانیت کی آبیاری کرتا ہے، اس ادب میں حسن و جمال بھی ہے اور سوز و گداز بھی، شیرینی و لطافت بھی ہے اور حسنِ ادا بھی، یہ وہ ادب ہے جو مٹی کو سونا بناتا ہے، اسلامی ادب کے متوالوں کے احساساتِ قلب کی دھڑکنیں ان کے زبان و قلم دونوں ہی میں سنائی دیتی ہیں وہ شعر و شاعری کے رنگ و آہنگ میں ہوں یا تعلیمی و تربیتی مضامین کی شکل میں، انسانیت صالح ادب سے محروم تھی یہ اسلام ہی تھا جس نے دنیا کو صالح ادب عطا کیا، آسمانی صحیفوں نے انسانوں میں انسانیت کی جوت جگائی، اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم نے تو ادب کا وہ معیار قائم کیا کہ ادب کے سارے دفتر ہیچ نظر آنے لگے کسی اسلامی ادیب ہی نے اس حقیقت کو اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کر دیا ہے۔

نیچے کرنا کردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

چودہ سو سال سے یہ صحیفۂ ادب دنیا کی راہنمائی کے لئے موجود ہے بس جو ادبا و شعرا اس سماوی ادب کی ترجمانی کا حق ادا کرنے میں مصروفِ کار ہیں فی الحقیقت وہی ادیب کہے جانے کے مستحق ہوتے ہیں، یہی ہیں جو انسانیت کے محسنِ اعظم کے صحیح جانشین ہیں اس سے ہٹ کر جو کچھ ہے وہ ادب نہیں بلکہ ادب کے نام سے انسانیت کی پیشانی پر کلنک ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ چونکہ یہ مایۂ نازشخصیات عرفی ادیبوں کے روپ میں دنیا کے سامنے نہیں آتے اس لئے ان کو ادبا کے گروہ میں شمار نہیں کیا جاتا نہ صرف یہ بلکہ ان پر واعظِ نادال کی پھبتی بھی کسی جاتی ہے، ان کو دقیانوسی قدامت پرست کہہ کر پردہ کے پیچھے ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ان کے ادب کو ادب ہی تسلیم نہیں کیا جاتا، حالانکہ انھیں کے ادب سے انسانیت کی آبرو باقی ہے، اور انھیں کا ادب ہے جو درماندہ و پریشان حال انسانیت کو رخِ یار دکھا کر زندگی کی سیدھی ڈگر پر لاسکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ادب بہر حال ادب ہے اسلامی اور غیر اسلامی کی تفریق چہ معنی دارد؟ سطور بالا میں ایسی ہی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غیر اسلامی ادب انسانیت کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے وہ محض سود و سودا اور مکر و فن ہے، اس کو انسانیت کے بننے بگڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں، جب کہ ادب اسلامی انسانوں کو انسانیت کے سانچے میں ڈھالتا اور بندوں کو خدا سے ملاتا ہے، تیلۂ خاک کو زمین سے ثریا پر پہونچاتا ہے اس کو خلیفۃ اللہ فی الارض بناتا ہے، بندوں کے سیرت و کردار کو ملکوتی صفات میں ڈھالتا ہے اس ادب کے سامنے بے حیائی اور آوارگی اپنا منہ چھپاتی ہے یہ ادب کبھی بکتا نہیں، یہ ادب حصولِ مال و زر کے لئے وجود میں نہیں آتا، بلکہ اس کی اساس و بنیاد اس پر ہوتی ہے کہ "لأن یھدی بک اللہ رجلاً خیر لک من حمر النعم" تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے، یہ وہ ادبی شہ پارہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مخاطب فرما کر رہتی دنیا تک کے ادیبوں کے لئے مشعلِ راہ بنا دیا، اس فرمانِ نبوی کی تعمیل کے نتیجہ میں جو ادب وجود میں آیا اس کے شاہکار نمونے بے شمار ہیں اسلامی ادب سے کتب خانے کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں، لیکن چونکہ اس ادبی ذخیرہ کو ادب کے عنوان سے سامنے نہیں لایا گیا اس لئے وہ وردی پوش ادیبوں کی نظروں سے اوجھل رہا ہے۔

لیکن ہماری اس بیسویں صدی میں جب ادب کو موضوع بنا کر اسلام کو نقصان پہونچانے کی کوششیں شروع ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق وقت کے اس فتنہ

کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ایک برگزیدہ بندہ[1] کو اس محاذ پر کھڑا کر دیا اور رابطۂ ادب اسلامی کے نام سے ایک مستقل تحریک وجود میں آگئی اور اس نے ادب اسلامی کو موضوع بنا کر اس کے خد و خال کو نمایاں کیا جس کے ایک درجن سے زائد سیمینار ہندوستان کے مختلف شہروں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں منعقد ہو چکے ہیں اس رابطۂ ادب اسلامی نے "کاروانِ ادب" کے نام سے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا بلکہ الگ الگ موضوعات پر ادب اسلامی کے کتب خانوں میں دبے ہوئے ذخیرہ کو پیش کر کے اسلامی ادب کو نمایاں کیا جو کتب خانوں کے گرد و غبار میں دبا پڑا تھا یا ایک خاص دائرہ میں محدود تھا۔

اس ادب میں شعر و شاعری، سوانح تاریخی سفرنامے یا تحریکات و حالات کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے سبھی قسم کے ادب شامل ہیں۔ جس کو ادب اسلامی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

---

[1] مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

الٰہی خیر ہو اپنے ہوئے جاتے ہیں بیگانے

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی

بدل جائیں نہ کیوں آخر محبت کے اب افسانے — جو دیوانے تھے احمد! ہوش میں وہ بھی لگے آنے
کرم سے ان کے جو شمعِ محبت کے تھے پروانے — پتہ ملتا نہیں ان کا کہاں ہیں اب خدا جانے
سنانے ہم لگے جس وقت جانبازوں کے افسانے — سرِ محفل لگے آخر سخن سازوں کو غش آنے
نہیں معلوم کیا انجام ہو اس کا خدا جانے — غضب ہے آج محفل میں نہ شمعیں ہیں نہ پروانے
سنائیں ہم کسے آخر محبت کے اب افسانے — الٰہی خیر ہو اپنے ہوئے جاتے ہیں بیگانے
جو محرومِ محبت ہیں غضب ہے کیا قیامت ہے — تری محفل سے اٹھ کر جا رہے ہیں دل کو بہلانے
محبت کی کسوٹی پر حقیقت ہو گئی ظاہر — جو کہلاتے تھے دیوانے وہ نکلے بلکہ فرزانے

نظر رکھتے ہوئے بھی جو ہیں محرومِ نظر احمد
وہ چاہے اور کچھ بھی ہوں نہیں ہیں تیرے دیوانے

ایک ناقابلِ فراموش دستاویزی کتاب
وحید الدین خان
علماء اور دانشوروں کی نظر میں
● مجیب اللہ ندوی۔ ● سلطان احمد اصلاحی، ● سید حامد ● امین الحسن رضوی
● اخلاق حسین قاسمی ● وحید الدین سلیم ● مفتی شمس الدین ● رضوان القاسمی
● عبید اللہ کوٹی ● اشفاق حسین ● عتیق احمد بستوی ● عدنان ہاشمی ● الطاف احمد اعظمی
● عبد القادر ● حکیم اجمل خاں
مرتبہ: ڈاکٹر محسن عثمانی
قیمت کتاب: ستر روپئے
(بذریعہ منی آرڈر قیمت پیشگی بھیجنے والوں کے لیے ڈاک خرچ ناشر کے ذمہ)
مجلسِ علمی
جے۔۱۲۱ ذاکر باغ۔ اوکھلا روڈ۔ نئی دہلی ۲۵

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج۔
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴۔ اکرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ ۔

نبوتِ محمدیؐ کا اعجاز

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجاز اور "کارنامے" کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عبد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم۔

۲۔ عبد و معبود کے رشتہ کا استحکام و دوام

عبد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اور خدا، خالق و مخلوق اور عبد و معبود کا رشتہ غلط ہوچکا تھا، مسخ و تحریف، جہالت و نادانی، جاہلیت اور وثنیت اوہام و خرافات اور دجل و تلبیس کا شکار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے مکمل ناواقفیت اور بے خبری کا دَور دورہ تھا، یا نہایت ناقص معرفت کا بعض اقوام و ملل میں وجود، خدا کی ذات و صفات میں اس کی مخلوقات کو شریک بنایا گیا تھا۔ ایک طرف مخلوقات کی بہت سی خصوصیات اور نقائص کے ساتھ اس کو متصف کیا گیا تھا۔ دوسری طرف اس کی بہت سی صفات خاصہ اور کمالاتِ الوہیت کو مخلوقات کو عطا کردیا گیا تھا۔ جاہلیت کی بیشتر گمراہیوں، بیماریوں، محرومیوں اور خدا ناشناسیوں کا سرچشمہ یہی کمزوری تھی۔ اور اسی کا نتیجہ کھلی بت پرستی اور شرک جلی کی صورت میں ظاہر ہوا، پھر جہاں نبوت کی بچی کچی تعلیمات کے فیض سے، اور اس کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کے طفیل کسی درجہ میں معرفتِ صحیحہ اور توحید کا نور پایا جاتا تھا۔ اور عبد و معبود کے درمیان تعلق کی بنیاد موجود تھی، وہاں اس تعلق کی کوئی صحیح تشکیل اور اس کے نظم و انضباط کا کوئی سامان نہ تھا

نبوتِ محمدیؐ کا پہلا اعجاز و کارنامہ یہ ہے کہ اس نے معرفتِ صحیح اور عقیدۂ توحید کے ذریعہ اس تعلق کو صحیح کیا، اُس کو تمام آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک کیا، اس پر جو حجابات اور پردے پڑ گئے تھے، اُن کو چاک کیا، جاہلیت کے مشرکانہ خیالات و توہمات کا استیصال کیا، تنزیہ و تقدیس کو اس طرح پیش کیا کہ اس کے بعد اس کا کوئی درجہ نہیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدۂ توحید ایسا نکھر کر سامنے آیا اور "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" کے آوازہ سے دشت و جبل ایسے گونجے کہ شقاوتِ ابدی اور انکار و استکبار کے سوا کسی غلط فہمی و غلط روی کا امکان نہ باقی رہا "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ" یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تصحیح، پھر ایمان مفصل، عقائد، عبادات، فرائض، اوامر و نواہی، اور اخلاق و معاملات کے ذریعہ جن کے مجموعہ کا نام "شریعت" ہے، اس رشتہ کو منظم و منضبط کیا، یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تنظیم۔

نبوتِ محمدیؐ کے دوسرے شعبہ یعنی عبد و معبود کے رشتہ کے استحکام و دوام کا مفہوم یہ ہے کہ یہ رشتہ نہایت کمزور بے روح، افسردہ و پژمردہ بلکہ بے جان اور مردہ اور ایک سایہ سا بن کر رہ گیا تھا جس میں نہ یقین کی طاقت تھی، نہ محبت کی حرارت، نہ عبد و معبود کا راز و نیاز تھا، اور نہ سازِ دل کا سوز و ساز، نہ اپنے فقر و احتیاج، عجز و درماندگی، بے چارگی و بے بسی، بے مائیگی و بے بضاعتی کا احساس تھا، نہ خدا کی صفتِ جود، قدرت کاملہ اور خزانۂ غیب کی وسعت کا علم، پوری پوری ملتوں اور وسیع و سیع رقبوں میں، خدا کو بس تہواروں اور تقریبوں، اور سخت مصیبتوں و پریشانیوں میں یاد کرنے اور اس سے دعا و سوال کرنے کا رواج رہ گیا تھا، مذہبی قوموں میں بھی وہ افراد گنے چنے رہ گئے تھے جو ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہوں، اس کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوں اور اس سے ان کا تعلق ایک ایسا زندہ، محسوس اور جذباتی ہو، کہ وہ اس کو اپنا حقیقی کارساز اور مشکل کشا، دستگیر اور فریاد رس سمجھتے ہوں، اور ان کو اس کی قدرت کاملہ پر ایسا بھروسہ، اور اس کی محبت و شفقت پر ایسا ناز ہو جیسا کم از کم ایک بچہ کو اپنی چاہنے والی ماں، یا کسی غلام کو اپنے کریم آقا، اور طاقتور بادشاہ پر ہوتا ہے۔ نبوتِ محمدیؐ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اس تعلق کے خیال کو واقعہ، سایہ کو اصل، رسم کو حقیقت، زندگی میں دو چار مرتبہ یا برسوں میں کبھی کبھی ہونے والے عمل کو صبح و شام کا مشغلہ اور روزمرہ کا معمول بنادیا بلکہ اس کو ایک مومن کے لئے ہوا اور پانی کی طرح ضروری کردیا، جس کے بغیر زندگی محال ہے اور جن کی شان یہ تھی کہ "وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا" (وہ اللہ کو بہت ہی کم بس کبھی کبھار یاد کرلیتے ہیں) ان کی شان یہ ہوگئی ہے کہ: "اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ" (وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹنے کی حالت میں بھی) اور جو صرف سخت مصیبت اور جان کے خطرے ہی میں خدا کو یاد کرنے سے آشنا تھے۔ "وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" (اور جب ان پر چھا جاتی ہیں سمندر کی موجیں سائبانوں کی طرح تو وہ پکارتے ہیں اللہ کو اور دہائی دیتے ہیں اسی کی اور اخلاص سے عبادت کرنے لگتے ہیں) ان کا یہ ان کا حال ہوگیا۔ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا" (وہ خوابگاہوں کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں اپنے پروردگار کی، عذاب کے خوف سے اور رحمت کی امید میں) جن کے لیے خدا کا یاد کرنا ایک مجاہدہ اور خلاف طبیعت عمل تھا۔ اور اس وقت ان کی کیفیت وہ ہوتی تھی جس کو قرآن مجید میں:۔ "كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ" (جیسے کہ ان کو آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہے) کے بلیغ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ان کے لیے خدا کو بھلانا، اس کی یاد سے غافل رہنا شدید ترین مجاہدہ اور نہایت تکلیف دہ سزا بن گئی، جو ذکر و عبادت کی فضا میں اس طرح بے چین رہتے تھے جیسے پرندہ قفس میں، ان کا حال یہ ہوگیا کہ اُن کو اگر ذکر و دعا سے باز رکھا جائے اور اس پر پابندی عائد کی جائے تو ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔

عبد و معبود کے رشتہ کے اس استحکام و دوام کے لئے نبوت محمدیؐ اور تعلیماتِ نبوتیؐ نے جو ذرائع اختیار کیے ان کے دو عنوان ہیں:۔

ایک ذکر دوسرے دعا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذکر کی جو تاکید فرمائی اس کے جو فضائل و منافع بیان فرمائے ہیں۔ اس کے جن اسرار و حکم کی نقاب کشائی فرمائی۔ اس کے بعد ذکر محض ایک فریضہ اور ضابطہ نہیں رہ جاتا۔ بلکہ وہ زندگی کی ایک بنیادی ضرورت، فطرت انسانی کا ایک خاصہ، روح کی غذا اور دل کی دوا بن جاتا ہے، پھر اس کے لیے الہام خداوندی سے جو اوقات و مواقع، جو اسباب و محرکات، تجویز فرمائے، اور ان کے لیے جو صیغے اور الفاظ تعلیم فرمائے، وہ توحید کی تکمیل کرنے والے، عبدیت کے قالب میں روح ڈالنے والے قلب کو نور سے، زندگی کو سکینت اور سرور سے اور فضا کو برکت و نورانیت سے بھرپور کرنے والے، پھر وہ کتنی قدر عمومی پوری زندگی کی وسعت و تنوعات اور شب و روز کے اوقات پر محیط ہیں، کہ اگر ان کا ذرا بھی اہتمام کیا جائے تو پوری زندگی ایک مسلسل و مکمل ذکر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور مشکل سے کوئی وقت، کوئی کام، کوئی نقل و حرکت، اور کوئی پیش آنے والی حالت و تبدیلی اس کی رفاقت و شمولیت سے محروم رہتی ہے۔

اس ذکر میں اگرچہ ہر وہ چیز شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا استحضار ہو، اور ہر وہ کام داخل ہے جو غفلت سے آزاد ہو کر کیا جائے اور اس کا سب سے بڑا مظہر اور اعلیٰ نمونہ دعا ہے لیکن نبوت محمدیؐ نے دعا کو دین کا ایک مستقل شعبہ بنادیا۔ اور مذاہب و ملل اور نبوت و روحانیت کی وسیع تاریخ کو سامنے رکھ کر بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ نبوت محمدیؐ نے دعا کے شعبے کا جس طرح احیاء و تجدید اور اس کی ترقی و تکمیل فرمائی اور اس کو جو زندگی، قوت، وسعت، عمومیت، دل آویزی و دلکشی، تازگی و رعنائی، اور توانائی و برنائی عطا فرمائی وہ نہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی، نہ اس کے بعد، درحقیقت نبوت محمدیؐ جہاں دین اور چیزوں کی مکمل اور خاتم ہے، وہاں شعبۂ دعا کی بھی، اور یہ شعبہ بھی آپ کے ختم نبوت کی ایک دلیل، اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ایک ثبوت ہے۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا ولنفوسنا فداہٗ) نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی، اور بندوں کو خدا سے ہم کلام کردیا، اور دعا کی کیا دولت عطا فرمائی، بندگی کی بلکہ زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی، اس مطرود انسانیت کو پھر اذنِ بار یابی ملا، اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانہ کی طرف یہ کہتا ہوا واپس ہوا" ؎

بندہ آمد بر درت بگریختہ
آبروئے خود بہ عصیاں ریختہ

"نبوت محمدیؐ کی تجدید اور اس کا عملِ تکمیل اسی پر ختم نہیں ہوتا، آپؐ نے ہمیں دعا کرنا بھی سکھایا، آپؐ نے انسانیت کے خزانے کو اور دنیا کے ادب کو دعاؤں کے ان جواہرات سے مالامال کیا، جن کی نظیر اپنی آبداری و درخشانی میں صحفِ سماوی کے بعد مل نہیں سکتی، آپؐ نے اپنے مالک سے ان الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ مؤثر اور بلیغ الفاظ، جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان لا نہیں سکتا، یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائلِ نبوت ہیں، ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں، کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں، ان میں نبوت

(بقیہ صـ ۲۵ پر)

"ساحل العاج" کے گیارہ سو انتیس افراد

اسلام کے سایہ میں

تحریر:۔ فانی اسماعیل ——— ترجمہ: محمد قیصر حسین ندوی

دعوت و تبلیغ قرب و رضائے الٰہی کا سب سے بہترین ذریعہ ہے اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے مخلوق میں سب سے زیادہ نیک سیرت و پاک طینت اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا ہے۔

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ (آل عمران آیت۔۱۰۴)

اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے، جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے، اور پورے کامیاب یہی لوگ تو ہیں"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ بھی فرمایا کہ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"۔ (آل عمران۔ آیت۔۱۱۰)

"تم لوگ بہترین جماعت ہو، جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

ساحل العاج (المجمع الاسلامی للبحوث العلمیہ) کے ڈائرکٹر "فانی اسماعیل" نے وہاں کے دعوتی دورہ کے بعد صراحت کی ہے کہ ساحل العاج کے مغربی علاقہ میں چار سو اٹھانوے اور شمالی علاقہ کے چھ سو اکتیس افراد نے اسلام قبول کیا ہے اور مشرقی علاقہ کی "بینفو" نامی پوری بستی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئی ہے جس کے باشندوں کی تعداد تقریباً تیرہ سو تھی۔

اس کے بعد "فانی اسماعیل" نے "بوندیلی" شہر کا معائنہ کیا اور گرجوں کے چند پادریوں سے ملنے کے بعد صراحت کی ہے کہ نصاریٰ کے بعض پادری پورے طور پر اسلام کی طرف مائل ہیں انہیں پادریوں میں "ایمانو یال" بھی ہیں۔

فانی اسماعیل عز الدین کا کہنا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا اسلوب اور دعوتی فریضہ انجام دینے والوں کا طریقہ مندرجہ ذیل نکات پر مبنی ہے۔

۱۔ سب سے پہلی اور بنیادی شرط حکمت کا التزام ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ"۔

(سورہ بقرہ)

اسی طرح جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تمہیں میں سے بھیجا جو تمہارے اوپر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

۲۔ دعوت و تبلیغ مدعوین کی زبان یا ایسی زبان میں ہو جس کو وہ اچھی طرح سمجھتے ہوں جیسا کہ فرمان خداوندی ہے "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"۔ (اور ہم نے جب کوئی رسول بھیجا تو ان کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کو بآسانی بتا سکے پھر بھی خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی غالب ہے اور حکمت والا ہے۔)

۳۔ مجادلہ و مباحثہ بہتر سے بہتر طریقہ پر ہو۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ"۔

"آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے بلایئے۔ اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور اس کو بھی جو اس کے رستہ پر چلتا ہے خوب جاننے والا ہے"۔

۴۔ برائی کا دفاع بھلائی کے ذریعہ ہو۔

"وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ"

اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی رضا مندی کے لئے صبر کیا اور نماز کی پابندی کی اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی اس میں سے چپکے سے اور ظاہر کرکے بھی خرچ کرتے ہیں اور بد سلوکی کو حسن سلوکی سے ٹال دیتے ہیں، اس جہان میں نیک انجامی انھیں لوگوں کے لئے ہے"۔

۵۔ مثالیں بیان کی جائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا"۔ (اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے مثالیں دے کر سمجھا دیا تھا (آخر) ہر ایک کو ہم نے ہلاک کر دیا۔)

۶۔ اس انداز و اسلوب سے گریز ہو جو جھگڑے اور لڑائیوں کا سبب بن سکتا ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ"۔ (اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون میں دونوں جہاں کے پروردگار کی طرف سے رسول ہوں، اور میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ میں صرف وہی بات کہوں جو سچ ہو میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں، تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے تو فرعون نے کہا اگر تم نشانی لائے ہو تو اسے سامنے لاؤ اگر تم سچے ہو۔

۷۔ دین کی دعوت بغیر کسی زور زبردستی کے دی جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا"۔ (اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے لہٰذا جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا مونہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ کیا ہی بری جگہ ہوگی۔)

۸۔ تعصب سے کلی طور پر اجتناب ہو، کیونکہ یہ کافروں کی خصلت ہوتی ہے ارشاد خداوندی ہے:۔ "قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ"۔ (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان کو کون زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے، تو کہہ دیجئے کہ اللہ دیتا ہے اور بیشک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔)

۹۔ عقیدہ اور دین کے لئے کسی طرح کا ظلم و زیادتی جائز نہیں۔ "اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ"— (بے شک اللہ تعالیٰ ایمانداروں کی حمایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا)۔

۱۰۔ برسر پیکار جنگ کافروں کے ساتھ سختی و تشدد برتا جائے۔ "فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ"۔ (پھر جو کوئی آپ سے اس بابت حجت کرے جب کہ آپ کے پاس علم صحیح پہونچ چکا ہو تو آپ کہہ دیجئے کہ اچھا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بھی بلائیں اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تم سب کو بھی پھر ہم خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔)

۱۱۔ دینی دعوت و تبلیغ میں غلو و تشدد سے پرہیز کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ" آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو مت کرو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أخوف ما أخاف عليكم الغلو في الدين والغلو هو الخروج عن فطرة الله التي فطر الناس عليها"۔ (میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دین میں غلو سے ڈرتا ہوں اور غلو کا مطلب اس فطرت سے نکل جانا جس پر اللہ نے پیدا فرمایا)۔

مجمع اسلامی کا مختصر تعارف

ساحل العاج کے تمام اطراف میں اس کی اسی سے زائد شاخیں ہیں، اس کے تحت ایک مدرسہ ہے جس میں ثانوی درجات تک تعلیم ہوتی ہے تربیت کا بھی پورا خیال رکھا جاتا ہے، کتاب و سنت کی روشنی میں خالص دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس کے تحت ایک مسجد بھی جو ساحل العاج کے مسلمانوں کی یونین کا مرکز ہے اس کے ماتحت ایک مرکز خلفاء راشدین بھی ہے، جس میں دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء تیار کئے جاتے ہیں۔ اس میں دو مرکزی شعبے ہیں۔ (۱) مرکز علوم القرآن (۲) مرکز الفقہ، فقہ کی تعلیم چاروں مذاہب کے مطابق دی جاتی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

یورپ اور امریکہ میں

تمدن اسلامی کے تین نئے مینار

تحریر :۔ بدر الماص ——— ترجمہ :۔ جعفر مسعود حسنی

سیکڑوں سال کے بعد پہلی مرتبہ جبل طارق سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اور شاہ فہد کے نام سے موسوم اس عظیم الشان مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی جس کے بلند و بالا منارے آسمان سے باتیں کرتے، اسلام کی رفعت و بلندی کا نمونہ پیش کرتے، انسانیت کو نئی زندگی کا پیغام دیتے، اس کے تن مردہ اور دل افسردہ میں نئی روح پھونکتے اور مسلمانوں کو ان کی جگمگاتی تہذیب کا وہ سنہر دور یاد دلاتے ہیں جس کے سایۂ رحمت میں صدیوں انسانیت کو پناہ ملتی رہی۔ اور محبت و پیار، رواداری و انصاف، ترقی و ایثار، ہمدردی و غمگساری، صلح جوئی و امن پسندی اور دلداری و احسان کی فضا میں سیکڑوں سال تک اس کو اس چشمۂ حیواں سے اپنے کو سیراب کرنے اور علوم و معارف کے اس گنجینہ سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے کا موقع ملتا رہا۔

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

(سورۂ حجرات۔ ۱۳)

حسن اتفاق سے جبل الطارق کے اس منارۂ حق کے ساتھ ساتھ امریکہ کے قلب میں ایک مسجد اپنے تعمیری مراحل سے گذر کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ایک کھلا ثبوت پیش کر رہی ہے امریکہ کے شہر لاس انجلیس میں تعمیر ہونے والی اس عالی شان مسجد کا مقصد ادائیگیٔ پنجگانہ کے ساتھ ساتھ امریکہ کے بسنے والے مسلمانوں اور دنیا کے مختلف گوشوں میں آباد ان کے دینی بھائیوں کے درمیان رابطہ قائم کرنا، ایک دوسرے سے ان کو متعارف کرانا اور اسلامی وحدت کا نقش ان کے دلوں پر بٹھانا ہے

خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر اس وقت تکمیل کے مراحل کو پہونچی جس وقت اسپین کے ایک شہر "ملقا" میں "فہد اسلامک سینٹر" کی بنیاد رکھی گئی جس کے بنیادی مقاصد میں اسلام کا تعارف کرانا، اسلامی علوم و فنون کی اشاعت کرنا، شریعت اسلامیہ پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دینا، اسلام کے بلند مقاصد سے لوگوں کو روشناس کرانا ہے، اور دنیا میں بسنے والی تمام قوموں میں رواداری، حق پرستی، خیر خواہی، اور باہمی تعاون کے جذبہ کو عام کرنا ہے۔

ان بلند مقاصد جن کی وجہ سے ان دعوتی، علمی و فکری مراکز کا قیام عمل میں آیا۔ ان کو عملی جامہ پہنانے اور ان کو بروئے کار لانے کی ذمہ داری ان مسلمانوں پر عاید ہوتی ہے جو ان علاقوں میں آباد ہیں، ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد، اپنی آواز میں قوت اور اپنے تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کریں، اور پھر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی طرف کشادگیٔ قلب اور کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ ہاتھ بڑھائیں، اور افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرکے اسلام کے بارے میں پیدا کئے جانے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کریں، اور پوری سوجھ بوجھ اور بہتر طریقہ سے ان کو اسلام کی دعوت دیں، اور اسلام کی برتری کا احساس پیدا کرنے اور اس کی عظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے ان کارناموں کو سامنے لانے کی کوشش کریں جو اسلام کے ماننے والوں نے علم و معرفت اور تہذیب و ثقافت کے میدانوں میں کئی صدیوں تک انجام دیئے ہیں اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یقیناً وہ اسلام کے کامیاب ترین داعی اور اپنی امت اور اپنے دین کے کامیاب نمائندے اور ترجمان ثابت ہوں گے، اور مغرب کی طرف سے اسلام کے بارے میں پھیلائی جانے والی افواہوں، من گھڑت الزامات اور غلط افکار و خیالات کی قلعی کھولنے میں کامیاب ہوں گے، تاکہ حقیقی روح کے ساتھ اسلام کی صحیح تصویر سامنے آسکے۔ اور امت مسلمہ پورے عزم و یقین، نئے جوش و ولولہ، اور مکمل اعتماد و بھروسے کے ساتھ درپیش خطرات کا مقابلہ کرنے، اور اپنی ترقی اور اسلام کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوسکے۔ (بشکریہ مجلۃ الخبریہ کویت)

> قرآنِ کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم دین، عارف باللہ، داعی اسلام اور دوراندیش ماہر تعلیم

——— پروفیسر محمد اجتبا ندوی ———

۲۴ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات، سحر زسنگ ہوم لکھنو میں مخدوم گرامی قدر عالم جلیل، مربی عظیم مصلح کبیر، عارف باللہ، داعی مخلص جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ کے بانی و ناظم مسلمانان برصغیر کے خصوصاً اور عالم اسلام کے عموماً محبوب و مقبول و مثالی قدوہ و نمونۂ دین متین حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب ثاقب[1] اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر،

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے
محمدؐ کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا[2]

حادثۂ جانکاہ اور ناقابل تلافی خسارہ۔

مسلسل ایثار و قربانی، ریاضت و مجاہدہ، جاں فشانی اور راہِ حق میں دشوار گذار اسفار کا تسلسل، شب بیداری، یا بے آرامی، امت کی فکر اور انسانیت کی فلاح و نجات کے لیے درد و تڑپ نے صحت و چین اور سکھ و آرام چھین رکھا تھا۔ عرصہ سے مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے، وفات سے ایک ہفتہ قبل خبر ملی کہ حضرت والا کا مزاج کچھ زیادہ ناساز ہے بے چین ہوکر مزاج پرسی کے لیے عریضہ لکھا اور ہتھورا حاضری کی اطلاع دی، تین روز قبل ایک قریبی تعلق رکھنے والے نے بتایا کہ کسی فکر کی بات نہیں ہے اچانک جمعرات کو ۱۱½ بجے دن میں فون کی گھنٹی بجی لکھنؤ سے عزیزی فضیل سلمہ نے جانکاہ حادثہ کی روح فرسا خبر سنائی، ہوش و حواس نے دیر تک کچھ سوچنے سمجھنے کے لائق نہ رکھا۔ دوسرے دن شب میں ہتھورا حاضر ہوا، مگر ایک قلق و حسرت کے ساتھ کہ جنازہ میں شرکت سے بھی محرومی ہاتھ آئی جو ایک داغ ہے، ہمیشہ زخم دل کو کریدتا رہے گا! سانحہ اچانک برین ہیمرج کے نتیجہ میں چند گھنٹوں کی شدید تکلیف کے بعد پیش آیا۔ (للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شیٔ عندہ لاجل مسمی)

وطن و جائے پیدائش خاندان.

حضرت قاری صاحب بندیل کھنڈ کے شہر باندہ (یوپی) سے دس میل کے فاصلہ پر مشرق میں ایک گاؤں "حسین پور" (ہتھورا) میں غالباً ۱۹۲۳ء[3] میں پیدا ہوئے، حسین پور حضرت قاری صاحب کے خاندانی بزرگ سید حسین احمد صاحب کے نام پر رکھا گیا تھا لیکن انہیں کی ایک کرامت کی وجہ سے ہتھورا کے نام میں تبدیل ہوگیا اور اسی نام سے مشہور ہوا، یہ حسینی واسطی سادات کی بستی ہے آس پاس کہیں کہیں تھوڑی بہت مسلم آبادی ہے اس میں یہ خاندان تعلیم و تربیت، دعوت و اصلاح اور افتاء و قضاء کا فریضہ انجام دیتا رہا ہے.

نواب ذوالفقار علی اور ان کی خدمات

باندہ میں جب مسلم نوابوں کی حکمرانی ہوئی تو اس گھرانہ کی خدمات زیادہ وسیع پیمانہ پر حاصل کی گئیں. ان نوابوں میں نواب ذوالفقار علی بہادر علم نواز اور دیندار تھے ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا. حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ دینی تربیت و تعلیمی رہنمائی حاصل کرتے تھے. نواب صاحب کی درخواست پر شاہ اسحاق صاحب نے مولانا قاری عبدالرحمان پانی پتیؒ کو باندہ بھیجا تھا، قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتیؒ کا نواب صاحب کے قائم کردہ مدرسہ اور ہتھورہ کے مذکورہ گھرانہ سے گہرا ربط پیدا ہوگیا تھا۔ اور ۱۸۵۷ء کی انقلابی جدوجہد کے دوران قاری صاحبؒ ہتھورا ہی میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ ایک مدت تک قیام پذیر رہے تھے. اور یہ تعلق برابر قائم رہا۔ اسی دیرینہ روابط کی بنا پر حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب تعلیم کے لیے پانی پت میں کچھ عرصہ رہے، نواب ذوالفقار علی صاحب نے باندہ کے قضاء کے منصب پر تو ہتھورا کے ہی اس گھرانہ کے ایک عالم قاضی سلطان احمد صاحب کو مقرر کیا تھا. مگر انھوں نے شاندار جامع مسجد (جو اب تک ان کی یادگار کے بطور قائم ہے) اور مدرسہ

[1] ثاقب حضرت مولانا باندوی رحمۃ اللہ کا شعری تخلص تھا.

[2] یہ شعر خود انھیں کا ہے۔

[3] ان کے چچازاد بھائی جو حضرت سے دو سال بڑے ہیں انھوں نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۹۲۱ء بتائی ہے۔

عربیہ کا بھی آغاز کیا تھا۔ اور اس میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی (پدر بزرگوار فخر ہندوستان مولانا عبدالحی فرنگی محلی) اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تدریس کی خدمت پر فائز تھے۔ اسی تعلق سے لکھنؤ اور اس کے اطراف کے بعض علماء و تعلیم یافتہ حضرات نے باندہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ نواب ذوالفقار علی صاحب کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے تعلق کے سبب حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ باندہ تشریف لائے تھے۔ اور حادثۂ بالاکوٹ کے بعد نواب صاحب حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کے رفقاء کے ساتھ باندہ میں قیام کرنے کے خواہش مند تھے[1]

حضرت قاری صاحب کی تعلیم و تربیت

بندیل کھنڈ کے اس پسماندہ اور کور دہ علاقہ میں ایمان و یقین اور علم و عمل کا (جزیرہ) "ہتھورا" مینارۂ نور، شمع فروزاں، مشعل راہ اور صلاح و تقویٰ سے مشک بار و بہار آفریں و ضو فشاں مرکز تھا۔ اسی روح پرور بستی میں حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ نے ....

.... اپنے دادا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز دادا مرحوم ہی نے کرایا اور آٹھ پارے حفظ کرنے کے بعد مولانا کا بھد آ گئے ______

______ اور حفظ کی بنیاد اتنی مستحکم کر دی تھی کہ وہ آئندہ تعلیم میں امتیازی مقام حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوئی، خود فرماتے تھے کہ میں نے جو آٹھ پارے حفظ کرتے

تھے وہ سب سے زیادہ پختہ اور رواں ہیں زیادہ مراجع کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے۔

مولانا رحمہ اللہ عربی تعلیم کے لئے کانپور، پانی پت و دہلی بھی تشریف لے گئے۔

اعلیٰ تعلیم و رفقائے تعلیم، اساتذہ و شیخ مرشد

تعلیم کی تکمیل کے لیے خود ہی مظاہر علوم سہارنپور کا انتخاب فرمایا۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ "دار قدیم" کے پھاٹک میں داخل ہوتے وقت دو اور طالب علموں پر نظر پڑی جو اس پھاٹک کے اندر پہنچے تھے۔ اور پھر تینوں نہ صرف ہم درس ہوئے بلکہ اخلاص و وفا، علم و عمل اور دین و دعوت کی راہ میں زندگی بھر کے انیس و ہمدم دوست و ہم راز بن گئے تھے۔ ان میں سے ایک خانوادہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے وابستہ اور مفکر اسلام، عالم جلیل و مربی عظیم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے بھانجے مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ اور دوسرے حضرت سید احمد شہیدؒ ہی کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب رحمہ اللہ کے پرپوتے مولانا سید محمد مرتضیٰ رحمہ اللہ تھے۔ تینوں ایک ساتھ رہتے، ایک ساتھ پڑھتے اور یکساں پروگرام و منصوبہ بناتے، مظاہر علوم کے اساتذہ سے گہرا تعلق رکھتے، لیکن بعض حالات کی بنا پر تینوں کی بیعت کا تعلق الگ الگ بزرگوں سے قائم ہوا۔ مولانا محمد ثانی صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے اور مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحبؒ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری سے اور مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ[2] سے بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے

اپنی صلاح و سعادتمندی، سادگی، درویشی، قلندری اور حصول علم میں محنت، شغف اور لگن کی وجہ سے اساتذہ و طلباء اور رفقاء درس میں بیحد مقبول اور قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں امتیازی نمبروں سے تعلیم مکمل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمت اور اصلاح و دعوت

شہر گونڈہ (یوپی) میں ایک مدرسہ فرقانیہ کے نام سے ہے اس کی دعوت پر تدریس کے لیے تشریف لے گئے مگر تھوڑی ہی مدت قیام کر کے مدرسہ اسلامیہ فتح پور منتقل ہو گئے شہر فتح پور ان کے اپنے وطن باندہ سے قریب بھی تھا اس وجہ سے بھی اسے ترجیح دی۔ اپنی ممتاز علمی صلاحیت اور بے مثال دعوتی و اصلاحی جذبہ سلف صالح کے اعلیٰ اقدار، سادگی، اتباع سنت، تبلیغی جوش، بلا امتیاز خدمت خلق کے لیے تڑپ و بے چینی کی بنا پر نہ صرف اس شہر بلکہ اس پورے علاقے اور پھر پورے ملک میں جلد ہی معروف و مشہور ہو گئے اور تشنگان علم کے پہلو بہ پہلو خلق خدا کے رجوع بلکہ ہجوم کا آغاز ہو گیا۔ اسی اثنا میں ملک و وطن پُرمسرت اعلانِ آزادی کے چھاؤں میں ایک بڑے دردناک، غم انگیز اور ناقابل تلافی نقصان و سانحۂ تقسیم سے دوچار ہو گیا۔ عزیز وطن کا دامن لہراتے ہوئے ترنگے جھنڈے کے سایہ میں جگمگاتے ہوئے قمقموں کی تیز

---

[1] جامعہ ہتھورا کا کتابچہ از حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نیز عربی کتابچہ (الجامعة العربية هتورا، تاريخها، اهدافها وتطلعاتها)

[2] حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں تھے، مظاہر علوم کے ناظم ہوئے، دور حاضر میں اپنے علم و فضل فکر و دانش، حاضر جوابی، فلسفہ و حکمت، ادب و شاعری اور فن مناظرہ میں یکتا و ممتاز اور منفرد تھے ان کی مجلس میں ایک لمحہ بھی حاصل زندگی بن جاتا تھا، اور متاع دل و جاں بھی، رام پور سے تعلق تھا۔

روشنی میں، چمیلی و جوہی اور گلاب کی بھینی بھینی خوشبوؤں اور شیریں و بہار آور ہلکی دھنوں اور مترنم نغموں کے درمیان معصوم و بے گناہ انسانوں، عورتوں، بچوں، بچیوں کی آہ و فغاں گریہ و زاری، فریاد، مدد طلبی اور گہرے نہ بھرنے والے زخموں سے خون آلود ہو گیا۔ بہتے ہوئے خون کے چھینٹوں نے وطن کے کونے کونے کو رنگین و بدنما بنا دیا۔ اسی سے حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی جائے پیدائش ہتھورا۔ اور اس کا جوار بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ ابھی یہ زخم ہرا ہی تھا کہ سنہ ۱۹۵۰ء میں زبانی اور اخبارات کے ذریعہ ارتداد کی تشویشناک خبر پہونچی مولانا رحمہ اللہ کا دردمند دل بے چین ہو گیا۔ اور آپ اس سیلاب بلا پر باندھ باندھنے کے لئے باندہ روانہ ہو گئے۔ اور مدرسہ اسلامیہ سے سبکدوشی حاصل کر لی۔

باندہ اور اس کے اطراف میں احیاء دین کی خدمت اور جامعہ عربیہ کی تاسیس

باندہ، ہتھورا اور اس کے دیہی علاقوں و اطراف و اکناف کا تبلیغی و اصلاحی دورہ و گشت کرنا شروع کیا، دین و عقیدہ اور احکام الٰہی سے بیگانہ افراد ناواقفیت، دہشت، خوف اور روشن مستقبل کے سنہرے وعدوں کے زیر اثر دین اسلام کو چھوڑ رہے تھے۔ یا مائل بہ ارتداد تھے، مولانا باندویؒ کی حکیمانہ تقریروں، ہمدردانہ گفتگو، برادرانہ برتاؤ اور مخلصانہ تعاون نے سہارا دیا اور بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا۔ مولانا رحمہ اللہ دن بھر آباد کرنے، بسانے، جوڑنے سکھانے، پڑھانے، تعلیم و تبلیغ کرنے اور تعمیری منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے

کی جد و جہد کرتے اور رات کو بارگاہ الٰہی میں رو رو کر اور گڑگڑا کر دین پر ثابت قدمی، استقامت، صحیح عقیدہ اور اسلامی اقدار کے بقاء و تحفظ کے لیے دعا کرتے کہ بارالٰہا! دلوں کے پھیرنے والے، ان تردد میں ڈوبے ہوئے اپنے بندوں کے دلوں کو اپنی طاعت پر قائم رکھئے، اور اے دلوں کے بدلنے والے اپنے بندوں کے قلوب کو اپنے دین کی جانب پھیر کر ثابت رکھئے"۔

مولانا رحمہ اللہ کی جانکاہ کوشش، ایثار و قربانی، جانفشانی و فاقہ کشی اور شب بیداری و آہ سحرگاہی رنگ لائی خطہ کے عوام و خواص نہ صرف دین پر قائم رہے بلکہ جو منہ موڑ کر دور جا چکے تھے وہ دین کا رخ کر کے واپس آنے لگے۔ اپنے بچوں اور نونہالوں کو ان کے سپرد کر دیا کہ انھیں دین کی تعلیم دیں اور دینی و اسلامی ماحول میں رکھیں، حالات میں سکون آ چکا تھا فضا بدل گئی تھی، ہر مذہب و ملت اور طبقے کے لوگ مولانا رحمہ اللہ سے مانوس ہو گئے تھے اور انھیں ان کا مکمل اعتماد حاصل ہو گیا تھا۔ مولانا رحمہ اللہ ان بچوں کو ساتھ لے کر اپنے گاؤں ہتھورا پہونچے، اپنا آبائی مکان کچا اور چھوٹا و تنگ تھا۔ گاؤں کی آبادی مختصر تھی کاشت کی زمین بھی محدود تھی ایک چھوٹا سا میدان تھا اس کے بعد خود رو جنگل کا طویل سلسلہ تھا، بچوں کو لاتے وقت ذہن میں تھا کسی بڑے دینی ادارہ میں انھیں داخل کر دیں گے لیکن تبلیغی گشت اور اصلاحی مصروفیات نے سفر کی اجازت نہ دی ان بچوں کو مانوس و مشغول رکھنے اور وقت بچانے کے لیے خود ہی ان کو پڑھانا شروع کر دیا۔ ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تھا اسی میں قیام، اسی میں تعلیم اور اسی سے متصل ذرا سے چھپر میں

جنگل سے لکڑیاں کاٹ و چن کر لانے کے بعد کھانا تیار کرنا ہوتا تھا۔ انھیں حالات میں خیال آیا کہ صرف تبلیغی گشت اور وقتی تقریریں دینی استحکام اور معاشرتی اصلاح کے لیے کافی نہیں ہے اس کے لیے مکاتب و مدارس کا قیام اور دینی تعلیم کا باقاعدہ نظم ضروری ہے چنانچہ ہتھورا میں انھیں بچوں سے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں ادارہ قائم کر دیا۔ اور ان کی فراست ایمانی، دور اندیشی یا کرامت تھی کہ اس دور میں اس ادارہ کا نام (جامعہ عربیہ) رکھا۔ جبکہ یہ نام اس وقت دینی مدرسوں کے لیے قطعی نامانوس تھا۔ ان کا مقصد ایک مرکزی جامعہ قائم کر کے اس علاقہ میں اس کی شاخیں قائم کرنا تھا، چنانچہ اب خاصی حد تک ان کا یہ منصوبہ بروئے عمل آ چکا ہے اور بہت سے مکاتب و مدارس قائم ہو چکے ہیں۔

گاؤں کے چودھری نے گاؤں کے چوپال کے ایک حصہ میں طلباء کے رہنے اور پڑھنے کی اجازت دے دی۔ جامعہ کے قیام کی خبر سن کر کچھ اور طلباء فتحپور سے آ گئے جو درس نظامی کا نصاب پڑھ رہے تھے۔ اس لیے تعلیم کے کچھ درجے مسجد میں ہونے لگے، کبھی درختوں کے نیچے اور بارش نہ ہونے کی صورت میں اس کھلے میدان میں بھی پڑھائی ہوتی جس میں حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن پانی پتی اور ان کے بعد ان کے صاحبزادگان کی تشریف آوری سے مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں ایک صاحب نے کچھ زمین عنایت کر دی اور یہ میدان بھی شامل کر کے کمروں کی تعمیر شروع ہونے لگی۔

مولانا صدیق احمد صاحبؒ، جامعہ عربیہ اور اساتذہ و طلباء کے لیے یہ دور بے حد صبر آزما

(باقی صـ ۲۱ پر)

سماجی و ادبی انقلاب میں مواعظ و ملفوظات کا اثر

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور کائنات میں اشرف و اعلیٰ مقام پر فائز کیا، قوت تمیز سے اسے نوازا اور خیر و شر کے ادراک پر اسے قدرت عطا فرمائی زبان و بیان کی دولت سے اسے بہرہ ور فرمایا۔ اور یہ ایسا امتیاز ہے جس کی وجہ سے ساری مخلوق میں برتری و تفوق کا مستحق اسے گردانا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ساری نعمتیں اس کے لیے، اور وہ خود اللہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سماج میں ہمیشہ دو طبقے رہے ہیں ایک طبقہ جو نیک کردار، نیک گفتار، نیک خو، نیک سیرت، ہمدرد، غمگسار، بہی خواہ اور انسانیت کے لیے فوز و فلاح کا ضامن ہوتا ہے۔ جبکہ ہر دوسرا طبقہ مردم آزاری، ہوس گیری، ظلم و زیادتی، عناد و سرکشی، تمرد و نافرمانی میں حد سے تجاوز اور خواہشات کی اتباع میں ہر قید سے آزاد ہوتا ہے۔

اسی طرح اقتصادی نابرابری کی وجہ سے ہماری سوسائٹی دو طبقوں میں بٹی نظر آتی ہے یعنی بہت امیر یا بہت غریب۔

امرا نے معاشرت کے تمام وسائل پر اپنا قبضہ و تسلط ہر دور میں قائم رکھا۔ اور انھیں عام آدمی کے حالات و مسائل سے صرف اتنا ہی سروکار تھا جتنا ان کے مفاد میں ہو سکتا تھا۔ ایک عام آدمی جو غریب یا محنت کش ہو یا ایک ستم رسیدہ اور مصیبت زدہ انسان اپنے دل کا درد خدا سے کہہ تو سکتا تھا، خداوندوں سے نہیں۔ جاگیرداری نظام میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایک غریب اور بے حیثیت انسان کسی نواب یا راجا یا بادشاہ کی محفل میں بیٹھ کر اسے اپنا دکھڑا اس طرح سنا سکے گا جس سے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

لیکن اللہ والے جنھوں نے دلوں کی دنیا میں اپنی روحانی حکومت قائم کر رکھی تھی وہ خود کو ہمیشہ عوام اور ساکین کے طبقے ہی سے متعلق سمجھتے تھے اور ان کے تمام مسائل سے براہِ راست اور سچی دلچسپی لیتے تھے۔ ان کی خانقاہوں میں جو غریب، نادار، مصیبت زدہ اور مظلوم انسان آتے تھے انھیں ڈھارس بندھتی تھی اور ان کے زخموں کا مرہم ملتا تھا۔ اس لیے عوام پر اللہ والوں صوفیا بزرگوں اور اہل دل علماء کا اثر، امراء اور بادشاہوں سے کہیں زیادہ تھے۔ اسی لیے معاشرت اور ثقافت کے وہ پہلو جو عوامی اشتراک کا مظہر ہوتے ہیں ان میں ان بزرگوں کا اثر و نفوذ پایا جاتا ہے اور انھیں صحیح رخ دینے اور زندگی کی حلاوتوں سے آشنا کرنے اور معاشرت کی رفعتوں سے ہمکنار کرنے میں ان کے کردار و گفتار کا بڑا موثر رول رہا ہے، ان کے نظریات عوامی نظریات کو متاثر کرتے ہیں، ان کے فکر و خیال کے مروارید کی جگمگاہٹ سے فکر و تخیل کو جلا، اور شعور و ادراک کے آفاق میں کہکشاں کی تنویر نظر آتی ہے ان کی محبت کی شمامۂ جانفزا مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔ ان کا وجود بیکس پناہی کا مظہر اور ان کی سیرت آئینۂ حیات بن کر خوب سے خوب تر کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ ان کی زاہدانہ زندگی کے اثرات سے حکومت بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ان کی تاثیر کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ محض صاحبِ قال اور صاحبِ کمال نہیں ہوتے بلکہ صاحبِ دل اور صاحبِ حال بھی ہوتے ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں ان کے دل سے نکلتا ہے اس لیے دل پر اثر کرتا ہے، جس وقت تقریر کرتے ہیں، سراپا درد و اثر ہوتے ہیں اسی لیے ان میں مقناطیس کی سی کشش ہوتی ہے جو ہر ٹھوس صلب آہن کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین کے دور کا ہم اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیں تو ہم دیکھیں گے کہ اللہ کے کچھ مخلص اور سرفروش بندے میدان میں آئے جنھوں نے اپنی قوت ایمانی، سوزِ دروں، صحبت و تربیت، وعظ و نصیحت اور دعوت و تلقین سے لاکھوں آدمیوں کو مادیت کے اس طوفان میں تنکے کی طرح بہنے سے بچایا اور اس مادیت کے سیلاب کی رفتار اگر ختم نہیں کیا تو سست ضرور کر دیا۔ مادیت کا وہ سیلاب جس کا برملا اظہار سرورِ عالم نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا:

"ما الفقر اخشیٰ علیکم ولکن اخشیٰ علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوها کما تنافسوها فتهلککم کما اهلکتهم"

مجھے تمہارے بارے میں فقر و افلاس کا خطرہ نہیں ہے مجھے جو کچھ خطرہ ہے وہ اس بات کا کہ دنیا کی تم پر ایسی کشائش و فراخی ہو جیسی تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی اور تم بھی اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ شروع کر دو اور تم کو وہ بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسے اگلوں کو ہلاک کیا"۔

اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے فضلاء تابعین کی ایک سر برآوردہ جماعت تھی جس میں سعید بن جبیرؒ، محمد بن سیرینؒ، شعبیؒ کے علاوہ حضرت حسن بصریؒ کو خاص امتیاز و تفوق حاصل تھا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رقمطراز ہیں!

"حضرت حسن بصریؒ کے مواعظ دورِ صحابہ کی قوت و سادگی کا نمونہ ہیں ان میں زیادہ تر دنیا کی بے ثباتی، زندگی کی بے وفائی اور آخرت کی اہمیت کا مضمون ایمان و عمل کی تلقین، تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کی تعلیم، طول امل اور فریب نفس کی مذمت ملتی ہے اور اس دور میں جس پر مادیت اور غفلت کا سخت حملہ ہوا تھا۔ اور عوام اور بہت سے خواص دولت اور عیش و عشرت کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہے چلے جا رہے تھے انھیں مضامین کی ضرورت تھی ان کے مواعظ اپنی دل آویزی اور دل نشینی کے علاوہ اس دور کی فصیح و بلیغ زبان اور اعلیٰ ادب کا نمونہ ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کی دعوت و اصلاح کی طاقت و تاثیر میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ انھوں نے زندگی کا ایک سرا پکڑ لیا اور سوسائٹی کی اصل بیماری کی طرف توجہ کی لیکن اس زمانہ کے معاشرہ نے کسی کے وجود اور کسی کی دعوت کو اس طرح محسوس نہیں کیا جس طرح حسن بصریؒ کے وجود اور ان کی دعوت کو محسوس کیا۔ اس لیے کہ ان کی تقریروں اور ان کے درسوں سے اس بگڑے ہوئے معاشرہ پر زد پڑتی تھی۔

غرض ان کی دعوت، ان کے مواعظ اور ان کے اصلاحی درس اس زمانہ کی خواہشات و اغراض سے اس طرح متصادم تھے کہ اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیے ان سے غیر متعلق رہنا مشکل ہو گیا تھا اس کا نتیجہ تھا کہ بکثرت لوگ ان کی تقریروں اور مجلسوں سے چوٹ کھا کر پچھلی زندگی سے تائب ہوتے تھے اور نئی زندگی اختیار کرتے تھے۔" (ص ٥٩ تا ٦٦ تلخیص تاریخ دعوت و عزیمت)

بنی امیہ کے زوال کے بعد بنی عباس کا دور شروع ہوا، عجمی عنصر کے غلبہ سے سیرت و کردار کے ساتھ زبان بھی متاثر ہوئی۔ معاشرت میں عیش و عشرت کا بازار گرم ہوا۔ جاہ پسندی، زر طلبی، عہدوں اور مناصب کے چکروں نے پوری سوسائٹی کو متاثر کیا۔ لیکن اس عیش و عشرت کے ماحول میں کچھ نفوس قدسیہ تھے جو اسلامی اندوخت کو بچانے اور اسلامی ورثہ کی حفاظت میں پیش پیش تھے، مادیت کے تلاطم خیز سمندر میں وہ انسانی جزیرے تھے جہاں ڈوبنے والے پناہ لیتے تھے، اور ان کا عوامی زندگی میں اتنا زبردست اثر تھا کہ کبھی کبھی خلیفۂ وقت کو بھی ان کی مقبولیت کو دیکھ کر یہ کہنا پڑا :— "کہ یہ ہے حقیقی بادشاہی"۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ بغداد میں ٧٣ سال گزرے، عباسی خلفاء میں سے پانچ ان کی نظروں کے سامنے یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر بیٹھے جس وقت وہ بغداد میں رونق افروز ہوئے اس وقت خلیفہ مستنصر باللہ ابو العباس م ٥١٢ھ کا عہد تھا۔ ان کے بعد بالترتیب مسترشد، راشد، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ تخت سلطنت پر متمکن ہوئے، شیخ کا یہ عہد بہت اہم تاریخی واقعات سے لبریز ہے، سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی آویزشوں سے جو الم انگیز واقعات رونما ہوئے ان کا بہت قریب سے انھوں نے مشاہدہ کیا، سماجی بدحالی نے انھیں متاثر کیا۔ لہٰذا عوام کی اصلاح و تربیت کے لیے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پوری قوت کے ساتھ وعظ و ارشاد، دعوت و تربیت، اصلاحِ نفوس اور تزکیۂ قلوب کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کا وعظ جو ربانی فتوحات، یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات و ہدایات کا سمندر ہوتا تھا۔ جس وقت جوش میں آتا تو سامعین بیتاب ہو جاتے آپ کی مجلسِ وعظ میں امراء، فقراء، رؤساء، درویش، سلاطین، وزراء، علماء، صلحاء، زاہدین و عابدین، معتزلہ و مبتدعین، دنیادار و دیندار، مشائخ، مریدین، فصحاء، شعراء، اہل سیف، اہل قلم، ضعفاء، اقویاء، سخت دل، نرم دل، اہل شہر و اہل دیہات، عوام و خواص، غرض ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ بھی شریک ہوتے تھے۔ حاضرین، سامعین کا ایک سمندر آپ کے روبرو ہوتا، لہٰذا جب حکمت و دانش کے ابر نیساں کی موسلا دھار بارش برسنی شروع ہو جاتی تو کسی پر وجد طاری ہو جاتا، کسی پر گریہ و بکا، کوئی محو حیرت استغراقی کیفیت میں ساکت و ششدر بیٹھا رہ جاتا تھا۔ اور کوئی مضطرب و بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑتا اور چیختا چلاتا ہوا پچھاڑیں کھایا کرتا تھا۔ اس میں یہ حالت بھی ہوتی تھی کہ کوئی اپنے قلب کی چوٹ ضبط نہ کر سکا تو اس کا جگر شق ہوا اور شمشیر محبت کا گھائل ہو کر شہادت لقاء محبوب کا شربت پیا اور موت کی نیند پڑ کر سو گیا۔ وعظ کے ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو مے معرفت کے متوالوں اور شہدائے عشق کی نعشوں کا پتہ چلتا تھا کہ آج اتنے جنازے اٹھانے کی نوبت آئی۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے ان کے وعظ کی تاثیر کے ذیل میں لکھا ہے:

حضرت شیخ کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر

١٠/اکتوبر ١٩٩٧ء

رکھتے تھے اور وہ تاثیر آج بھی آپ کے کلام میں موجود ہے، فتوح الغیب اور فتح الربانی کے مضامین اور آپ کے مجالس وعظ کے ملفوظات آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں۔ ایک طویل مدت گذر جانے کے بعد بھی ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے تاثیر اور عام نفع کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا، اس لیے دل پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دل آویزی اور حلاوت بھی اور صدیقین کے کلام کی یہی شان ہے۔

ایک مجلس میں قلب کے صلاح و فساد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: "قلب کا سنورنا، پرہیزگاری حق تعالیٰ پر توکل، اس کی توحید، اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے سے ہے اور اس کا بگڑنا ان خصلتوں کے معدوم ہونے سے، قلب گویا پرندہ ہے بدن کے پنجرہ میں، گویا موتی ہے ڈبہ میں گویا مال ہے صندوق میں، پس اعتبار پرندہ کا ہے پنجرہ کا نہیں ہے، اعتبار موتی کا ہے ڈبہ کا نہیں ہے، اور مال کا ہے، صندوق کا نہیں ہے۔" (فتوح یزدانی ص۱۳)

کبھی معاشرہ کے اس طبقہ کو جو معاشی اعتبار سے کمزور ہونے کی وجہ سے اہل ثروت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اپنے اعمال و اخلاق کی رفعتوں کو بھول جاتا تھا، یوں مخاطب کرتے ہیں:

"اے خالی ہاتھ فقیر! اے وہ کہ جس سے تمام دنیا برگشتہ ہے۔ اے گمنام، اے بھوکے، پیاسے ننگے، جگر جلے ہوئے، اے ہر مسجد و خرابات سے نکالے ہوئے، اے ہر در سے پھٹکارے ہوئے اے وہ کہ ہر مراد سے محروم خاک پر پڑا ہے اے وہ کہ جس کے دل میں بٹی ہوئی آرزوؤں اور ارمانوں کے (کشتوں) کے پشتے لگے ہیں، مت کہہ کہ خدا نے مجھ کو محتاج کر دیا دنیا کو مجھ سے پھیر دیا مجھے پامال کر دیا چھوڑ دیا، مجھ سے دشمنی کی، مجھے پریشان کیا اور جمعیت (خاطر) نہ بخشی، مجھے ذلیل کیا اور دنیا سے میری کفالت نہ کی، مجھے گمنام کیا اور خلق میں اور میرے بھائیوں میں میرا ذکر بلند نہ کیا اور غیر پر اپنی تمام نعمتیں نچھاور کر دیں، جس میں اس کے رات دن گذرتے ہیں، اسے مجھ پر اور میرے دیار والوں پر فضیلت دی۔ حالانکہ وہ بھی مسلمان ہے، اور میں بھی۔ اور ایک ماں باپ آدم و حوا کی اولاد ہم دونوں ہیں۔"

اے فقیر! خدا نے تیرے ساتھ یہ برتاؤ اس لیے کیا ہے کہ تیری سرشت مٹیار زمین (کے مثل) بے ریت ہے اور رحمت حق کی بارشیں برابر تجھ پر ہو رہی ہیں۔ از قسم صبر و رضا و یقین و موافقت و علم اور ایمان و توحید کے انوار تیرے گرداگرد ہیں تو تیرے ایمان کا درخت اور اس کی جڑ اور بیخ اپنی جگہ پر مضبوط ہے، کلّے دے رہا ہے، پھل رہا ہے، بڑھ رہا ہے، شاخیں پھیلا رہا ہے، سایہ دے رہا ہے، بلند ہو رہا ہے روزانہ زیادتی اور نمو میں ہے، اس کے بڑھانے اور پرورش کرنے میں پانس اور کھاد دینے کی ضرورت نہیں۔ اس بارہ میں خداوند قدوس تیرے حکم سے فارغ ہے اس نے آخرت میں تجھ کو جو مقام بخشا ہے اور اس میں تجھ کو مالک بنایا ہے اور عقبیٰ میں تیرے لیے اتنی کثرت سے بخششیں رکھی ہیں کہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں اور کسی انسان کے دل میں خیال گزریں۔ (جاری)

مطالعہ کی میز (بقیہ)

اسی کے ساتھ اس "سفرنامہ" میں صاحب کتاب نے اپنے تاثرات و مشاہدات قلبی اور وجدانی کیفیات نیز حجاز کے مقدس مقامات، ان کا تاریخی، تعمیری تحقیقی تجزیہ اور معاشرہ کے تہذیبی معاشرتی ثقافتی، علمی، ادبی و دینی پہلو کو نمایاں کر کے وہاں کی حقیقی روح، پیغام اور دعوت و عمل کو پیش کرنے کی امکانی کوشش کی ہے۔

البتہ کچھ غیر ضروری تفصیلات مثلاً کیسے لوگ رخصت کرنے آئے۔ واپسی میں کیسا استقبال ہوا ہر اہم اور غیر اہم بات کے ذکر نے کتاب کو ضخیم بنا دیا ہے۔ نیز مترادفات و غیر ضروری انشا پردازی نے بھی کتاب کو طول دیا ہے۔ جس میں پڑ کر قاری مفید اور ضروری باتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا جو اختصار اور اہم اہم واقعات کے ذکر پر اکتفا کرنے سے فائدہ اٹھاتا۔

یہ سفرنامہ حرمین شریفین کی زیارت، شوق و عقیدت اور مقامات مقدسہ کے بارے میں مفید معلومات کا ایک جامع اور ضخیم ذخیرہ ہے جو قابل قدر بھی ہے اور لائق مطالعہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کتاب اور صاحب کتاب کو قبول عام بخشے۔ اور پڑھنے والوں کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائے (آمین)

(جاری)

عالم اسلام کے ممتاز اہل قلم اور داعی
مولانا محمد الحسنی رح
مؤسس البعث الاسلامی
کی فکر انگیز تصنیف
—اور—
دعوتی ادب کا ایک عظیم شاہکار
الاسلام الممتحن
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ — صفحات ۲۰۴
عمدہ کتابت بذریعہ کمپیوٹر، دیدہ زیب طباعت — ۶/۰۰
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آج انسانیت دین اسلام کی محتاج ہے

تحریر: احمد حامد (قاہرہ) — ترجمانی: مسعود حسن حسنی

"ایرین رنیہاریف" جرمنی کی رہنے والی ہیں، ان کی پیدائش ۱۹۴۰ء میں ہوئی، ان کے والدین کا تعلق بھی جرمنی ہی سے ہے، ان کے والدین کا پیشہ طبابت تھا، وہ اچھے فزیشین اور قلب کے امراض کے ممتاز معالج تھے، انھوں نے اپنی ساری کوششیں اپنی اکلوتی بیٹی کی تعلیم و تربیت پر صرف کر دیں تاکہ وہ بھی ایک اچھی (ماہر) ڈاکٹر بنے، اور کامیاب زندگی گزار سکے، بیٹی نے اپنے والدین کے ارمانوں کو پورا کیا، اور اس کی یہ آرزو تھی کہ وہ بھی اپنے والدین کی طرح ماہر ڈاکٹر بنے اس کا اندازہ اس کے اس قول سے ہوتا ہے کہ "یہ ایسا انسانی پیشہ ہے جس کے ذریعہ انسان دوسروں کی تکلیفوں کو محسوس کرتا ہے۔"

اور وہ کہتی ہیں کہ ہم نے اپنے ایک ساتھی سے شادی کر لی، اور طالب علمی کے زمانے میں میرا اس کا بہت ساتھ رہتا تھا، درجہ میں سب سے فائق ہونے کی وجہ سے میرے اساتذہ مستقبل میں بہترین توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے کہ میں کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دوں گی اور کچھ ایسی ہی توقعات میرے ساتھی نے بھی مجھ سے وابستہ کی تھیں۔ میرے فارغ ہونے کے دو سال کے بعد میرا شوہر بن گیا، اور ہم اس پر متفق ہو گئے تھے کہ کچھ عرصہ اولاد سے بچیں گے۔

ایک بڑے اسپتال میں جس میں ہم دونوں ساتھ ساتھ کام کرتے تھے مجھ کو کافی ترقی ہوئی، اور میری شہرت میں اضافہ ہوا جس نے میری پرسکون زندگی کو جہنمی زندگی بنا دیا، کیونکہ میری شہرت سے اس کے اندر حسد کا مادہ پنپنا شروع ہو گیا، میں نے اس کے احساسات کو ہلکا کرنے کی بڑی کوشش کی، لیکن اس کا احساس بڑھتا رہا اور اس نے اپنی ذمہ داریوں میں لاپرواہی برتنا شروع کر دی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھا دیا، گھر میں مجھ سے سختی کے ساتھ پیش آتا، اور اس کی سختی اس حد تک بڑھی کہ اسپتال میں میری بے عزتی ہوئی، اس کے باوجود میں نے برداشت سے کام لیا (صبر و ضبط کے پیمانہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا) آخر کار میں نے علاحدگی کا مطالبہ کر ڈالا، اور یہ مطالبہ اس کے نشہ میں دھت رہنے کی وجہ سے یا میری اہانت کرنے کی وجہ سے نہ تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ معاملات وقتی ہیں، بعد میں رفع دفع ہو جائیں گے، بلکہ یہ مطالبہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی سختی برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے تھا، جس کی وجہ سے میں اپنے کاموں کی طرف پوری توجہ نہ کر سکتی تھی، جس کے سبب مجھ کو اپنے والدین کی ناراضگی مول لینی پڑ رہی تھی، میں نے گھر چھوڑ دیا، اور میں نے ان غموں سے جو مجھ کو شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کی صورت میں جھیلنے پڑتے تھے حتیٰ کہ مجھ کو اس کی وجہ سے اسپتال میں ذلت اٹھانی پڑی تھی دور رہ کر اپنی زندگی اسپتال میں گزارنے لگی۔

جرمن خاتون رنیہاریف کہتی ہیں کہ میں نے اپنے فرانس کے سفر کے دوران اپنی ان تمام ذہنوں کو بھلا دیا جو مجھ کو میرے اس شوہر کی جانب سے پہونچی تھیں جس کو میں ناپسند کرتی تھی اور وہ مجھ کو ناپسند کرتا تھا۔

اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کا جائزہ لیا اور اپنی اس سہیلی سے گفتگو کی جو کئی سال پہلے فرانس اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے چلی گئی تھی میں نے اسے مسلمان شوہر کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارتے ہوئے پایا وہ اس کے ساتھ انسانیت بھرا سلوک کرتا تھا، اس کے سلوک کی وجہ سے میری سہیلی نے اسلام قبول کر لیا اور جب ان کو میری ان مشکلات کا علم ہوا جو مجھ کو میرے شوہر کی وجہ سے لاحق تھیں، تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر اسلام قبول کر لو تو تم اس سے علاحدگی اختیار کر سکتی ہو، کیونکہ کوئی بھی مسلمان عورت غیر مسلم شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہے میں نے اپنی سہیلی سے اسلام قبول کرنے کے بارے میں پوچھا اس نے کہا پہلے اسلام سے واقفیت حاصل کرو، اپنے حقوق و واجبات کو پہچانو اور "أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله" کو زبان سے ادا کرو، مسلمان ہونے کے سبب طلاق کا مطالبہ کرو، عدالت فوراً تمہارے حق میں فیصلہ دے دیگی۔

پیرس میں تین دن قیام کے بعد میں برلین واپس ہو گئی، برلین واپسی کے بعد میں اسلامی مرکز گئی، اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اس کا سارٹیفکٹ حاصل کیا، اس طرح شرابی و حاسد شوہر سے میری طلاق ہو گئی۔

شروع شروع میں اسلام سے ناواقف

تھی، لیکن پھر بھی میں نے سکون محسوس کیا اسلام کے بارے میں مجھ کو صرف اتنی واقفیت تھی کہ اس نے مجھ کو مصیبت سے نکالا ہے، اور مستقبل میں پیش آمدہ حالات گزشتہ معاملات کے مقابلہ میں سہل ہوں گے۔

اس کے بعد میرا جرمنی میں رہنا مناسب نہیں تھا میں نے ایک بار پھر پیرس کی طرف کوچ کیا، اور وہاں میں چھ سال تک مقیم رہی ان چھ سالوں میں اسلام سے واقف ہوئی کیونکہ اسلام ہی نے میری پراگندہ حال زندگی کو اچھی زندگی سے بدلا اور ان تمام غموں سے مجھ کو چھٹکارا دلایا جو مجھ کو لاحق تھے، کیونکہ اس سے پہلے ہر چیز میں میری حیثیت ایک ذلیل بیوی کی سی تھی کیونکہ بار بار میری اہانت کرنا ہی میرے شوہر کا مقصد تھا، اور اس کے اندر میری کامیابیوں اور اس کی ناکامیوں کے سبب حسد کا مادہ پیدا ہوگیا تھا جس نے ہماری ازدواجی زندگی کو تہس نہس کرکے رکھ دیا۔

اور ان چھ سالوں میں اسلام سے واقفیت کے سلسلہ میں میری سہیلی نے اور اس کے شوہر نے میری بڑی مدد کی۔

میں غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہونچی کہ حقیقتاً اسلام ہی انسانیت کو کینہ اور بغض سے نجات دلانے والا ہے (اور انسان کو بے چینی سے نکال کر اطمینان وسکون کی زندگی عطا کرتا ہے)۔

جرمن خاتون کہتی ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس نے انسان کو انسانیت کی قیمت عطا کی ہے (جو انسان کو انسانیت کی قدر ومنزلت سکھاتا ہے)۔ "اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا" اور تمام مخلوقات پر انسان کو فضیلت عطا کی، اور انسان کو بہترین شکل میں پیدا کیا تاکہ اس سے مردوں اور عورتوں کی کثرت ہو، اور مرد عورت سے سکون حاصل کرے۔ اس لئے کہ یہ دونوں ایک ہی جان سے ہیں، جب سکون ناپید ہوجائے تو اچھے طریقے سے علاحدگی اختیار کرلی جائے۔

شادی کی سب سے مہذب ترین شکل اسلام میں ہے، اور دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام ہی سب سے زیادہ مہذب مذہب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ محبت کا، نرمی کا اور شفقت کا معاملہ کیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی نگاہ میں بڑے محبوب تھے۔

یہی وہ حقیقی رحمت تھی جس کو انسانوں کے درمیان خاص طور پر زوجین کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔

جرمن ڈاکٹر (رینہاریف) کہتی ہیں کہ دنیا کو اس وقت اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہے صرف اسلام ہی موجودہ دور کے مسائل کو حل کرسکتا ہے وہ انسان کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے، اور انسان کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ ایسے مقام پر ہو جس سے وہ اسلامی حقیقت کو سمجھنے کا اہل ہوسکے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دینے کا ارادہ فرمایا ہو، تاکہ اس کو اپنے منتخب لوگوں میں شامل فرمالے، اس کو دین اسلام کی دولت سے نوازے اور پھر وہ اس پر عمل پیرا ہو اور میں نے ان لمحات کا جو میں نے امراض قلب کے علاج کے دوران گزارے اور جسم انسانی کے نظام کا مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہونچی کہ اللہ تعالیٰ ہی مطلق قوت وقدرت والا ہے، اسی نے اس جسم کو پیدا کیا، اسی نے اس کو زندہ رکھا اور وہی اس کو موت دے گا اور انسان کا کام علم کے فلک میں چکر کاٹنا ہے۔

ہم ہرگز انسان کی پیدائش کے راز تک نہیں پہونچ سکتے، یہ راز صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ مسلمان ہو، اور اس کا دین برحق ہو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے لئے اور تمام مخلوقات کے لئے جو زمین وسمندر وفضا میں بستی ہے یہ بات یقینی بنالے کہ اللہ تعالیٰ تنہا حاکم ہے، تنہا خالق ہے، اور وہ قادر مطلق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اس خالق کی الوہیت کا وہ اعتراف کرے (جو ہر چیز سے بلند وبالا ہے اور اسی نے کائنات کو پیدا کیا، اور اس کائنات کے بھرنے کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا، اور فرشتوں کو اس کو تسلیم کرنے اور اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، اور اس انسان کو زندگی کا سامنا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تاکہ ان کی کثرت ہو اور نسل کی افزائش ہو (اور جوڑا بنانے کے بعد چھوڑا) پھر ان میں رسولوں اور نبیوں کو مبعوث فرمایا تاکہ ہر نبی اپنی قوم کو خیر اور توحید کے راستہ کی طرف لے جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو کہ تنہا ہے جس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری ہی رسول ونبی کے لئے منتخب کیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ورسول بنا کر مبعوث فرمایا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دین لوگوں تک پورا پورا بغیر کم وکاست کے پہونچا دیا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا، اور خاتم الادیان ہیں، اسلام ہی اس زمانے میں حقیقی ضرورت ہے اور جس انسان کی روح میں بگاڑ آچکا ہے، جس کی عقل خراب ہو چکی ہے، جس کی فکر ان خالص مادیات کی

وجہ سے منتشر ہو چکی ہے، جو معبود ہوگئی جس کو لوگ سجدہ کرتے ہیں اور جس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اس انسان کی اصلاح کی ضرورت ہے، آج دنیا دعوت اسلامی کی محتاج ہے کہ وہ انسان کو [illegible] بربادی کے راستے سے نجات دلائے۔

بیشک اسلام ہی صرف ایسا مذہب ہے جو دنیا کو اور لوگوں کو اس خرابی سے نجات دلانے والا ہے، جو انسان کے اندر سرایت کر چکی ہے، اس لئے کہ اسلام کی ایک ایسی روحانی طاقت ہے جو ختم نہیں ہوتی ہے، اور یہ طاقت قرآن کریم میں ہے جو سارے جہاں کے لئے دستور زندگی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام امراض کے لئے جو قیامت تک انسان کو لاحق ہونے والے ہیں علاج بیان فرمایا ہے۔

جرمن نو مسلمہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا کوئی گوشہ بھی قرآن مجید میں نہیں چھوڑا بلکہ زندگی کے بہتر سے بہتر طریقوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، جس میں شبہات وتحریفات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو زمین میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے، اور پاک وصاف بنانا چاہتا ہے، لیکن انسان اپنے نفس کے شیطان کی اتباع کرتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کے شیطان کی اتباع کرے گا تو اس کو شیطان کی گندگیاں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ مشرفہ کو مکہ مکرمہ کے لئے منتخب فرمایا، اور کعبہ وہ گھر ہے جس کا ساری دنیا کے مسلمان حج کرتے ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پاک زمین میں پیدا فرمایا نہ کہ اس گھر میں۔ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش لوگوں کے لئے عبرت وموعظت ہے، اس سے یہ واضح ہوگیا کہ بیت الحرام وہی مرکز عالم ہے جس کے اردگرد ساری دنیا طواف کرتی ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی اسی مرکز سے تھا (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سارے جہاں کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو رسالت کے نور سے منور کردے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال عقل کے ذریعہ کہ آپ نے ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے مطابق خطاب کیا، آپ نے نبوں کا خاتمہ کیا، اور اسلام پورے کرۂ ارض پر پھیل گیا اور قیامت تک پھیلتا رہے گا اور بیت الحرام طائفین کی جگہ ہوجائے گی، اور عنقریب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کو اپنے سائے تلے لے لیگی اور اس کی جد وجہد اس کی جنگ، اس کا جہاد اس دعوت کی جانب سے ہوگا جو دعوت اللہ کے دین کے قواعد کی مضبوطی کے لئے ہوگی، وہ سیرت جو لوگوں میں جذب کی کیفیت طاری کرتی ہے، اور جو لوگوں کو اسلام سے واقف کراتی ہے، قرآن کریم وہ کتاب ہے جو حق کے ساتھ حق کی طرف سے نازل کی گئی تاکہ دن ورات دین بن جائیں، اور قرآن دنیا کا دستور بن جائے آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایک عرب مسلمان سے شادی کرلی اور میں حج کے فریضہ سے بھی فارغ ہوگئی ہوں، اور میں تمنا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد سے نوازے جن کی میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کروں اور وہ اسلام کی خدمت کریں۔ (شکریہ المسلمون)

(بقیہ) قاری صدیق صاحبؒ

تکلیف دہ، پریشان کن اور شدید ترین آزمائشوں کا تھا۔ قیام، طعام، تعلیم اور کتابوں کی فراہمی ہر ایک میں قدم قدم پہ بے بسی بے چارگی، بے مائیگی اور دشواری کا سامنا تھا لازمی ضروریات اور سامان کا حاصل کرنا جوئے شیر نکالنے سے کم نہ تھا۔ فاصلے طویل تھے، راستے دشوار گذار، خطرناک اور جان لیوا تھے، مزید برآں تلخ نوائی و آبلہ پائی کی ٹیسیں و درد بھی، برسات کے موسم میں تو پناہ گاہیں بھی اپنی تنگ دامانی پر خود اپنی شکوہ سنج ہوتیں حضرت رحمہ اللہ اپنے رفقاء وطلباء کے ساتھ بڑے صبر وسکون، تحمل وحلم، تدبر وحکمت عزم وحوصلہ اور عزیمت کے ساتھ سب کچھ جھیلتے رہے۔ خدمت گاروں اور اسباب کے عدم فراہمی اور شدید ترین عسرت کے زمانہ میں مولانا صدیق صاحب نے خاموشی اور رازدارانہ طور سے جو خدمت کی اس کو سمجھنا مشکل ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج جامعہ عربیہ ملک کا ایک عظیم ادارہ بن چکا ہے، یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں دنیاوی سہولتوں سے محروم خطہ پسماندہ اور علم وتہذیب سے نا آشنا اور جنگل وبیاباں سے گھرا ہوا یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت ہی تو ہے!

آغشتہ ایم بر سر خارے بخون دل
قانون باغبانی صحرا نوشتہ ایم

(جاری)

کتاب کے اشتہار کے پتے کی تصحیح!

تعمیر حیات میں ڈاکٹر محسن عثمانی کی کتاب "دین کا متوازن تصور" کا اشتہار شائع ہوا تھا، کتاب کے ناشر کا صحیح پتہ یہ ہے۔
"قاضی پبلشرز۔ بی ۳۵ بیسمنٹ نظام الدین ویسٹ نئی دہلی ۱۳"

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمدؒ کے آخری کلمات

سب سے میرا آخری سلام کہنا مدرسہ کا خیال رکھنا

مولانا محمود احسن خاں دریابادی

اس سے قبل نہ جانے کتنی مرتبہ حضرت کا نام لکھا ہے، بولا ہے، ہر مرتبہ نام کے آگے مدظلہ اور دامت برکاتہم کے الفاظ استعمال کئے ہیں، آج پہلی مرتبہ حضرت کے نام کے بعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ ان کی ہلکی خوابیدہ سی مسکراہٹ، روشن پیشانی، بڑی بڑی خوبصورت سی آنکھیں، وہ نرم اور آہستہ گفتگو، وہ ہر ایک سے پرتپاک ملاقات، ہزاروں شاگرد، مریدین و متعلقین میں سے بیشتر افراد کے نام یاد رکھنا، ہر ایک سے ملاقات کے وقت اس کے ذاتی حالات و پریشانیوں سے متعلق گفتگو ہی کی وجہ سے ہر شخص کو یہ گمان کہ میں حضرت کا خاص آدمی ہوں اور حضرت میری طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ بیماری اور ضعف کے باوجود لوگوں کی اصلاح اور تزکیہ کے لئے طویل اسفار اور سفر بھی ہمیشہ آخری درجہ کے سکنڈ کلاس میں، کمزوری اور دوران سفر کہ اٹھنا بھی محال ہو رہا ہے مگر تعویذ کے خواہش مندوں کو صاحبین و متعلقین کے منع کرنے کے باوجود مایوس نہ کرنا، بیٹھے بیٹھے اور کبھی لیٹے لیٹے بھی تعویذ نویسی، ڈاکٹروں کے آرام کے مشورہ کی پرواہ کئے بغیر لوگوں کی خواہش پر ایک دن میں کئی کئی تقریریں، اور تقریر کے بعد موجود حاضرین کی چاروں طرف سے مصافحہ کے لئے یورش، ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر حضرت کے قریب پہونچنے کی کوششوں سے ایک افراتفری کی کیفیت، اس قدر اژدہام کہ نازک مزاجوں کے لئے سانس لینا بھی دشوار، مگر ان سب کے باوجود حضرت کا یہ عالم کہ ہر ایک سے پرتپاک مصافحہ، کسی کسی سے معانقہ بھی، بہتوں سے حالات کی پرسش، ساتھ ہی مجمع کی طرف سے بار بار بڑھائی جانے والی پانی کی بوتلوں پر دم کرتے رہنا۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ ایک آدمی ایک وقت میں اتنے سارے کام کر سکتا ہے؟ جی ہاں کر سکتا ہے اور ہمارے حضرت نے کر کے دکھایا ہے، ہزاروں دیکھنے والے گواہ ہیں، غالباً اسی کو کرامت کہتے ہیں۔ اتر پردیش کے پسماندہ ترین اضلاع میں سے ایک باندہ اس کا چھوٹا سا موضع "ہتھورا" جس کی اپنی آبادی چند گھروں سے زیادہ نہیں تھی۔ اللہ کے اس محبوب بندے نے اپنے علاقے میں پھیلے ارتداد کے فتنے کو روکنے کے لئے ۱۹۵۲ء میں اپنے اس آبائی گاؤں میں چند بچوں کو لے کر ایک مدرسہ قائم کیا، آج یہی مدرسہ "جامعہ عربیہ ہتھورا" کی شکل میں ہندوستان کے چند بڑے اداروں میں شمار ہوتا ہے اور اس مدرسہ کی سرپرستی میں تقریباً چار سو سے زائد مدارس و مکاتب کام کر رہے ہیں۔ وہ باندہ جہاں جہالت کی وجہ سے لوگ مرتد ہو رہے تھے نہ صرف وہاں بلکہ اس کے قرب و جوار میں اسلام کے بے شمار سپاہی علم کی روشنی سے جہالت کی ظلمت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور صرف باندہ ہی نہیں ہندوستان کے بیشتر مدارس کو حضرت کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ بہار، بنگال، آسام، گجرات، مہاراشٹر، آندھرا، کشمیر ہر جگہ حضرت کا فیض پہونچا ہے۔ بیرونی ممالک میں عالم اسلام کے علاوہ افریقہ و برطانیہ میں بھی آپ کے فیض یافتہ افراد روشنی پھیلا رہے ہیں

مشفقانہ اخلاق اور مہمان نوازی حضرت کی دو اہم خصوصیات ہیں جن کی مثال اس دور میں ملنا مشکل ہے۔ اخلاق کے بارے میں اوپر عرض کیا جا چکا۔ مہمان نوازی کے لئے ہتھورا جانے والے افراد شاہد ہیں کہ رات دن میں جب بھی کوئی مہمان خواہ وہ مدرسہ یا حضرت کی زیارت کے لئے آیا ہو یا تعویذ اور کسی دوسری ضرورت کے لئے، حضرت کا دسترخوان ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ ہتھورا کوئی بڑی جگہ نہیں، شہر باندہ سے ۱۴ کلومیٹر دور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں اب سے کچھ دنوں پہلے تک چائے کی دوکان نہیں تھی، وہاں وقت بے وقت پہونچنے والے افراد حضرت کے دسترخوان کے علاوہ کچھ پا بھی نہیں سکتے تھے۔ دسترخوان بھی کیسا؟ پرتکلف انواع و اقسام کی مرغن غذائیں کھانے والے افراد حضرت کے دسترخوان کی سادی روٹی دال اور آملے کے اچار کی لذت مدتوں نہیں بھول سکیں گے۔ یقین نہ آئے تو کسی ہتھورا جانے والے سے پوچھ لیجئے۔ میرے نزدیک حضرت کی سب سے بڑی کرامت اپنی تمام تر مصروفیات جن کے لئے ۲۴ گھنٹے بھی کم پڑنے چاہئیں اور اپنے طویل اور مسلسل اسفار کے باوجود علمی کاموں اور درس و تدریس کے لئے وقت نکالنا ہے۔ علمی کام بھی کیسا؟ بخاری شریف درس نظامی کی سب سے اہم اور آخری کتاب جسے قرآن کریم کے بعد سب سے صحیح کتاب قرار دیا گیا ہے۔ جس کو پڑھانے کے لئے زبردست تیاری اور مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے حضرت اس کا درس دیتے تھے اور پڑھنے والے بتاتے ہیں کہ درس کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ ایک مرتبہ آپ کے درس میں بیٹھے بعد میں انھوں نے فرمایا کہ "بخاری شریف پڑھانے کا صحیح حق تو صرف حضرت مولانا ہی کو ہے"۔ بخاری شریف کے علاوہ بھی کورس کی کئی کتابیں حضرت کے درس میں رہتی تھیں اور سال بھر میں ان کی مقدار خواندگی بھی نصاب کے مطابق ہوتی تھی نیز مدرسہ

کا کوئی استاذ اگر چھٹی پر ہوتا تو اس کی کتابیں بھی حضرت پڑھا دیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی تعویذ نویسی، مہمانداری، مدرسہ کے انتظامی امور، طلباء کی تربیت، خطوط کے جوابات، اہم شخصیات کی آمد اور ان سے ملاقات ساتھ ہی کتابوں کی تصنیف اور ترتیب، حضرت کی درجنوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کچھ ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہیں۔ سوچئے ایک آدمی اور اتنے کام!

یوں تو حضرت کی صحت عرصے سے لگاتار محنت اور جسمانی و دماغی مشقت کی وجہ سے خراب رہتی تھی مگر انھیں اپنی پرواہ ہی کب تھی وہ تو کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام کرنا چاہتے تھے۔ جب کوئی مرض زیادہ تکلیف دیتا اور مصروفیات میں حارج ہونے لگتا تو وقتی علاج کرا لیا کرتے تھے، مرض کی شدت کم ہو جاتی تو پھر وہی مصروفیات، اس کے نتیجے میں صحت خراب ہوتی گئی، کئی امراض جڑ پکڑ گئے، علاج بھی ہوتا رہا، آپریشن بھی ہوئے جن سے صحت سنبھلتی پھر خراب ہوتی رہی۔ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے پیروں میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لئے حضرت پچھلے ڈیڑھ ماہ سے مسجد کے ایک کونے میں مقیم تھے تاکہ نمازیں مسجد میں ادا ہوتی رہیں۔ حوائج ضروریہ کے علاوہ پچھلے ڈیڑھ ماہ میں حضرت نے مسجد سے باہر قدم نہیں نکالا۔ وہیں مسجد ہی میں تدریس ملاقاتیں اور دیگر انتظامی امور انجام دیتے رہے۔ قریب رہنے والے بتاتے ہیں کہ انتقال سے ایک ہفتہ پیشتر صحت سنبھل گئی تھی، بغیر سہارے کے اٹھنے لگے تھے اور طبیعت میں بہت بشاشت آ گئی تھی حضرت بہت خوش دکھائی دیتے تھے، آنے والے مہمانوں میں سے کچھ کو باصرار روک لیتے تھے کہ آج نہ جاؤ کل چلے جانا، کسے معلوم تھا کہ یہ بجھتے ہوئے چراغ کی آخری روشنی ہے۔ ۲۷ اگست کو حضرت نے ایک کتاب کا درس دیا اس کے بعد بخاری شریف کے طلباء آ گئے کہ اچانک حضرت کو متلی کی کیفیت معلوم ہوئی، حضرت اٹھ کر باہر کی طرف آئے، مسجد کے باہر قے ہوئی، فارغ ہو کر حضرت نے بخاری شریف کے لئے پھر وضو فرمایا، دو ایک کے علاوہ بخاری شریف پڑھنے والے طلباء مسجد ہی میں بیٹھے رہے، وضو فرما کر حضرت درس کے لئے تشریف لائے کہ اچانک سردی محسوس ہونے لگی جو شدید ہوتی گئی، طلباء نے وہاں موجود کپڑوں اور چادروں سے حضرت کو ڈھانک دیا، حضرت نے فرمایا بہت سردی لگ رہی ہے کچھ لوگ اوپر لیٹ جائیں چنانچہ کچھ طلباء حضرت کے جسم سے لپٹ گئے جسم بخار کی وجہ سے تپ رہا تھا سردی شدید ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سردی کی شدت کم ہوئی اور حضرت کو نیند آ گئی، حضرت کی بیماری کی خبر سن کر کئی اساتذہ اور طلباء بھی جمع ہو گئے تھے۔ حضرت کو سوتا دیکھ کر سبھی نے اطمینان کی سانس لی کہ حضرت کو آرام ہو گیا، اتنے میں عصر کی اذان ہوئی، جماعت کا وقت آیا، دو افراد کو حضرت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ کر سبھی افراد نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جماعت ہو گئی اور حضرت محو خواب رہے کچھ دیر بعد حضرت کی آنکھ کھلی فوراً پوچھا "عصر کا وقت ہو گیا نماز ہو گئی، نماز پڑھنی ہے"۔ ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی معلوم ہوا ہاتھ میں طاقت ہی نہیں، اسی جانب کا پیر بھی مفلوج ہو گیا ہے۔ یوں تو مدرسہ میں ہمیشہ مہمان ہوتے تھے جن کے ساتھ گاڑیاں بھی ہوتی تھیں مگر اس وقت اتفاق سے کوئی گاڑی نہیں تھی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی وقت ایک مہمان موٹر سائیکل پر آئے، ان کی موٹر سائیکل پر ایک آدمی کو شہر باندہ ڈاکٹر رفیق صاحب جو شہر کے معروف ڈاکٹر ہیں اور حضرت کے عقیدت مند بھی ہیں کے پاس بھیجا گیا، ڈاکٹر صاحب اپنے تمام مریضوں کو چھوڑ کر فوراً مدرسہ آ گئے، معائنہ کیا، کچھ انجکشن اور دوائیں دیں اور بتایا کہ فالج کا اثر ہو گیا لیکن تنہائی میں کچھ ذمہ داروں سے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ "برین ہیمبرج" کا خطرہ ہے، شہر لے چلئے وہاں مکمل تفتیش کے بعد ہی کچھ کہا جا سکے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب ہی کی گاڑی میں باندہ لے جایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ذاتی نرسنگ ہوم میں حضرت کی مکمل جانچ کی اور بتایا کہ برین ہیمبرج ہو گیا ہے فوراً باندہ سے لکھنؤ کی طرف موبائل اسپتال والی ایمبولینس کے ذریعے آئے تاکہ فوراً علاج شروع ہو جائے۔ باندہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت نے فرمایا کہ "ڈاکٹر رفیق مجھے لکھنؤ کیوں لے جا رہے ہو کیا مجھے اتنا بڑا مرض ہو گیا ہے جو تمہارے بس سے باہر ہے، تم ہی دوائیں دے دو ٹھیک ہو جاؤں گا، وہاں آسانی ہو گی، باندہ میں سہولتیں نہیں ہیں"۔ بہر حال باندہ سے نکلنے کے بعد کانپور کے قریب لکھنؤ سے چلنے والا ڈاکٹروں کا قافلہ مل گیا۔ وہیں موبائل اسپتال میں حضرت کا علاج شروع ہو گیا اور ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق حضرت کو لکھنؤ کے سحر نرسنگ ہوم میں داخل کر دیا گیا مگر مرض شدید ہو گیا حالت بگڑتی گئی حضرت نے اس وقت اپنے صاحبزادگان جو ہمراہ گئے تھے اور دیگر متعلقین کو اپنے سامنے بلوایا اور یہ آخری الفاظ حضرت کی زبان پر جاری ہوئے "سب سے میرا آخری سلام کہنا، مدرسے کا خیال رکھنا" اس کے بعد حضرت پر کوما کی کیفیت طاری ہو گئی، ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی مگر وقت موعود آ چکا تھا ۲۸ اگست کو دس بجکر بیس منٹ پر عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا اور حضرت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ؂

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

اسپتال کے کمرے سے نکلی یہ خبر تیر کی طرح پورے ہندوستان میں پھیلتی چلی گئی یہاں بمبئی میں ہم لوگوں کو فوراً حضرت کے وصال کی اطلاع مل چکی تھی اور

باقی ص ۲۵ پر

میں زیادہ عرصہ تک تاریکیوں سے سمجھوتہ نہ کر سکی

عیسائی خاتون کا قبول اسلام

تحریر:- میریولا ایلی زیستی ——— ترجمہ:- طارق انیس

میں پولینڈ کے چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوئی۔ والدین سادہ مزاج اور مذہبی قسم کے لوگ تھے۔ جنھوں نے مقدور بھر میری پرورش کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک خاص مزاج کی حامل اوسط طبقے کی لڑکی تھی اور کیتھولک مذہب رکھنے والے لوگوں میں پلی بڑھی جو کسی حد تک میرے مزاج سے مطابقت نہ رکھتا تھا۔ گھر کی مذہبی فضا کی وجہ سے مجھ پر چرچ جانا لازم تھا۔ چنانچہ رواج کے مطابق میں ہر اتوار کو اور دیگر تمام مخصوص تقریبات پر چرچ جایا کرتی تھی۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میری طبیعت ذرا مختلف قسم کی تھی۔ میں کم میل جول رکھنے والی شرمیلی اور اداس قسم کی لڑکی تھی۔ میں اپنے لڑکپن کے سالوں میں عملی طور پر تنہائی پسند تھی۔ کوئی بوائے فرینڈ ہونا تو درکنار میری کوئی سہیلی تک نہ تھی۔ بس میں تھی اور مذہب پر غور و فکر۔

زندگی یونہی بسر ہو رہی تھی کہ میں اپنے خاندان کے ہمراہ کینیڈا چلی آئی۔ یہاں ایک نئی زندگی کا مشکل اور غیر متوقع ماحول میرا منتظر تھا۔ مجھے ہر چیز آغاز سے سیکھنی تھی۔

کینیڈا میں فروکش ہونے کے بعد جلد ہی میری ملاقات ایک لبنانی طالب علم سے ہوئی جو اس وسیع ملک میں میری طرح نووارد تھا۔ اس کی طبیعت بھی ذرا عام مزاج سے ہٹ کر تھی۔ مجھے سب سے پہلے اسی نے اسلام کے متعلق آگاہ کیا جسے اس وقت میں ایک سنکی قسم کا مذہب خیال کرتی تھی۔

ہم ایک دوسرے سے متضاد نظریات رکھنے کے باعث اکثر لمبی چوڑی گفتگو اور بحث کرتے۔ اس سے قطعی مختلف نقطۂ نظر رکھنے کے باوجود ایک جملہ کہ "خدا صرف ایک ہے" ہر وقت میرے ذہن میں گونجتا رہتا۔ تاہم مجھے پورا یقین تھا کہ ایسی سوچ رکھنے والا یقیناً پاگل ہے اور کبھی بھولے سے بھی خیال نہ آیا کہ دراصل میں ہی غلطی پر ہوں۔

جب سے میں اس لبنانی لڑکے سے ملی تھی، زندگی انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ مسلمان تھا بلکہ اس لئے کہ میں اب اس سوچ میں پھنسی جا رہی تھی کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے اور کون غلط؟

تقریباً دو تین ماہ تک میں اسی حال میں رہی تب ایک واقعہ ظہور میں آنا شروع ہوا۔ ایک دن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ چرچ میں تھی تو یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا "کس قدر بے تکی بات ہے کہ یہ چرچ والے کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور یہ اس کے بیٹے....." ان الفاظ نے مجھے جھنجھوڑ دیا اور میں سوچنے لگی کہ اگر خدا ایک ہے تو اس کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر روح القدس اور تثلیث ناقابل فہم باتیں تھیں۔

جب سے میں نے اس حقیقت کو پایا تھا میں نے شاید ہی چرچ میں کسی سے کوئی بات کی ہو لیکن کچھ ہی عرصہ میں میرے والدین کو احساس ہو گیا کہ میں نے چرچ جانا چھوڑ دیا ہے اور چرچ سے دور رہنے کے لئے بہانے تلاش کرنے لگی ہوں۔ وہ جان گئے کہ یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ انھوں نے سارا الزام اس لبنانی لڑکے پر تھوپ دیا اور اس سے نہ صرف سخت رویہ اپنایا بلکہ اسے بے عزت بھی کیا مگر میرے رویہ میں تبدیلی نہ آئی۔ میں نے خفیہ طور پر پولینڈ سے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا، نماز سیکھی اور چپکے چپکے روزہ رکھا کہ کوئی نہ جان سکا۔ ادھر والدین کو خوش رکھنے کے لئے میں دکھاوے کے طور پر کبھی کبھار چرچ بھی چلی جاتی لیکن صرف اللہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے لئے کتنا تکلیف دہ تھا اور میں کس کرب میں مبتلا تھی۔

میرے لئے قرآن کا مطالعہ ایک مسرور کن تجربہ تھا۔ رات کو جب سب اپنے اپنے بستروں پر آرام کرتے تو میں قرآن کا مطالعہ شروع کر دیتی۔ میں اسے پڑھتی جاتی، اس دوران آنکھیں برستی رہتیں اور میں منہ پر تکیہ رکھ کر چلا چلا کر روتی رہتی۔

مسلم حلقے سے میرے لئے میریولا کے بجائے "مریم" نام تجویز کیا گیا۔ مگر اس نام سے مجھے اپنے پرانے عقیدہ کی یاد آتی تھی۔ اس لئے میں نے اس کے بجائے اپنے لئے دوسرا ہی نام منتخب کیا عربی میں جس کا مطلب رات ہے اور چونکہ یہ رات ہی کا وقت ہوتا تھا جب مجھے قرآن پڑھنے کا موقع ملتا اور میں اللہ کے سامنے گڑگڑاتی تھی اور جب اس نے سورۂ فاتحہ کے ذریعہ مجھے آگہی اور ہدایت سے نوازا تھا۔

یہ فیصلہ کرنے میں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے، تقریباً ایک سال لگا۔ اس دوران میں نے نماز ادا کرنا اور صحیح طور پر روزہ رکھنا سیکھا۔ اب میری زندگی سراپا مسرت تھی۔ یہ شادمانی اس روشن دریچے سے چھن چھن کر آ رہی تھی جو میرے رب نے میرے اوپر کیا ہوا تھا۔

ہر نیا دن ایک نیا مشاہدہ لے کر آتا اور ہر لمحہ تکمیل ذات کی طرف لے جانے والا تھا۔ میں بہت خوش تھی اور شکرگزار تھی کیوں کہ اللہ نے مجھے علم و عرفان سے نوازا تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ زندگی اتنی آسان بھی نہ رہی تھی۔ گو اندرونی طور پر میں پر امید اور پرسکون تھی مگر باہر کی دنیا برقرار رکھنے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔

تقریباً دو سال کا عرصہ رہا ہوگا جب میں مکمل طور پر مسلمان ہو چکی تھی اور اہل خاندان اور میرے درمیان بیگانگی کے پردے حائل ہو گئے تھے۔ گو میں اب بھی ان سے محبت کرتی تھی۔ میں جانتی تھی کہ جوں ہی ان کے کانوں میں میرے ایمان لانے کی بھنک پڑی، مجھے گھر سے نکال دیا جائے گا مگر میں منتظر تھی جو کچھ بھی اللہ نے میرے لئے غیب میں چھپا رکھا تھا۔

کرسمس کا موقع آیا تو مزید ضبط کا یارا نہ رہا۔ میرا دل بھر آیا اور میں نے سب کو اپنے ایمان لانے کے بارے میں بتا دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس سے وہ خاصے دکھی ہوئے ہوں گے۔ مجھے یہ بھی خیال آیا کہ یہ ان کی خوشی کا دن تھا۔ مجھے مزید انتظار کر لینا چاہئے تھا مگر اللہ کی یہی مرضی تھی کہ میں مزید انتظار نہ کروں۔ میں زیادہ دیر تک تاریکی سے سمجھوتہ نہ کر سکی اور نہ ہی فضولیات اور لغویات سے بھری اس محفل میں ٹھہر پائی۔

توقع کے مطابق مجھے فوراً گھر سے باہر نکال دیا گیا۔ میں نے اپنا بیگ لیا اور رہنے کے لئے جگہ تلاش کر لی۔ دل اس خیال سے مضطرب تھا کہ گھر والے چھوٹ گئے مگر جلد ہی سکون سے معمور ہو گیا کہ میں نے اپنے رب کو پا لیا تھا۔

والد کے علاوہ خاندان کے تمام افراد نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ صرف انھوں نے کہا کہ میں آزادی سے اپنا راستہ منتخب کر سکتی ہوں۔ وہ اب بھی مجھ پر شفیق تھے اور اس مشکل وقت میں اخلاقی اور جذباتی لحاظ سے دلجوئی کرتے رہے۔ وہ مسلمان تو شاید ہی ہوں مگر انھوں نے مجھے یقین دلایا کہ میں بدستور ان کی بیٹی ہوں اور باپ کی حیثیت سے وہ مجھے اب بھی چاہتے ہیں۔

تب سے میں الگ رہ رہی ہوں اور زندگی کے ہر دن کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جس نے مجھے سب سے قیمتی چیز قرآن اور ایمان سے نوازا ہے۔ اس نے اس وقت رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دیئے جب میرے گھر والوں نے مجھ پر دروازے بند کر دیئے تھے۔ میری دعا ہے کہ ایمان کی یہ روشنی ان سب لوگوں تک پہنچے جو اب بھی ان تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں جن میں کبھی میں بھی ان کی ہم سفر تھی۔

(بحوالہ دار السلام مئی ۱۹۹۶ء)

(بقیہ) نبوت محمدیؐ کا اعجاز

کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے، عبد کامل کا نیاز ہے، محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرت نبوت کی معصومیت و سادگی ہے دل دردمند و قلب مضطر کی بے تکلفی و بے ساختگی ہے، صاحب غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے، اور بارگاہ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دلنوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی ہے اور اس حقیقت کا اعلان بھی کہ عجز

درد ہا دادی و درمانی ہنوز

"پھر پیغمبر انسانیت نے دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے، کہ قیامت تک آنے والے سب انسانوں کو اپنے اطمینان کا سامان ملے گا،

(بقیہ) آخری سلام

ہونے گیارہ بجے سعودی عرب اور دیگر ممالک سے متعلقین باندہ فون کر کے خبر کی تصدیق کرنے لگے تھے۔

حضرت کا آخری دیدار کرنے والے بتلاتے ہیں کہ وفات کے بعد حضرت کے چہرے پر ایک عجیب نورانی کیفیت تھی اور رخ پر وہی مسکراہٹ تھی جو زندگی میں رہا کرتی تھی ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay 400 003
Tele. · Add Cupkette Tel: 3767220/3738708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے وزیر برائے اسلامی امور نے افریقی ملکوں کے دورے کے موقع پر "کامیرون" میں ایک عظیم الشان مسجد کا افتتاح کیا، اس مسجد کی تعمیر خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے خصوصی تعاون پر عمل میں لائی گئی، اس کی تعمیر کو ۵ ملین ڈالر کی لاگت آئی ہے اس موقع پر وزیر موصوف نے کہا کہ یہ مسجد کامیرون کے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا مرکز ثابت ہوگی، انھوں نے کہا کہ سعودی عرب ساری دنیا میں اسلامی دعوت و تبلیغ کے معاملے میں اس طرح کے اہتمام کو پیش نظر رکھتا ہے۔

● فرانسیسی اخبار لی مونڈے کی نمائندہ اینکا کو جین کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے شہزادی ڈائنا نے کہا تھا کہ عمران خاں اور لاہور کے ایک عالم دین نے مجھے اسلام کی طرف مائل کیا، انھوں نے اخباری نمائندہ کو بتایا کہ انگلستان میں خاندان کے تباہ ہونے والے نظام کی بحالی میں اسلامی اقدار و روایات سے مدد لی جاسکتی ہے، ڈائنا نے کہا کہ اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے اس کا تصور کسی غیر مسلم معاشرہ میں ناممکن ہے، برطانیہ نے اس انٹرویو کی تردید کی ہے لیکن اینکا کو جین بدستور انٹرویو کی صداقت پر قائم ہیں۔

● روسی اخبار کی اطلاع کے مطابق مشرق وسطی کے سرمایہ کاروں کی تعاون سے روس میں عنقریب ایک اسلامی بینک کھولا جائے گا اس کا نام بدر بینک تجویز کیا گیا ہے اس میں ۵۱ فیصد حصص روسی سرمایہ کاروں کے ہوں گے اور باقی اسلامی ممالک کے ہوں گے، دو کروڑ ڈالر کا ابتدائی سرمایہ سعودی عرب، کویت، قطر، سوڈان، ایران اور مصر ادا کریں گے۔ بینک اپنا ۶ کروڑ ڈالر کا سرمایہ طویل المدت منصوبوں میں لگائے گا سرمایہ کاری کے لئے ترجیحات میں انڈسٹری خلائی ٹیکنالوجی جہاز سازی اور ریلوے میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی جائے گی۔

● حکومت پاکستان نے فرقہ واریت، مذہبی تعصبات کے خاتمہ اور امن و امان کے قیام کے لئے ملک بھر میں ایک موضوع پر خطبات جمعہ دلانے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں تمام مکاتب فکر کی نمائندہ تنظیموں کے قائدین اور تمام مسالک کے علمائے کرام پر مشتمل بورڈ یا کمیٹی بھی بنائی جائے گی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سے مشورے کے بعد خطاب جمعہ کے موضوعات ترتیب دیئے جائیں جو قرآن وسنت کے حوالے ہوں گے۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹو، فالج
دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب غریب یونانی دوا
دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء
تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور چکنڈی لکھنؤ۔
نوٹ:- جانڈس، دعات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۲۴۴۳۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : فہرست تالیفات شیخ رح
مؤلف : مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
تین جلدیں۔ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ قیمت درج نہیں ہے
ملنے کا پتہ: مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی، سہارنپور (یوپی)

عالم اسلام میں علماء دین کے قلم سے علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ علم دین کی خدمت جس قدر وسیع پیمانے پر ہوئی ہے اس کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی گذشتہ چودہ صدیوں میں پیدا ہونے والے محققین اور اہل قلم کی تالیفات و تصنیفات دنیا کے چپہ چپہ پر قائم کتب خانوں "لائبریریوں" اور علمی و مطالعاتی اداروں میں آج بھی کثیر اور عظیم تعداد میں موجود ہیں اور ایک عالم کا عالم ان سے فائدہ اٹھانے اور اپنی علمی تشنگی کو بجھانے میں مصروف ہے۔

پیش نظر کتاب "فہرست تالیفات شیخ رح" حامل علم، صاحب قلم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرانقدر کتابوں کا تفصیلی مرقع ہے۔ جن کی قلمی کاوشوں سے لاکھوں لاکھ بندگان خدا کو روشنی ملی، طاعات و عبادات کا ذوق ملا اور خالق کائنات رب العالمین کا پاک نام لینے کی حلاوت ملی۔

اس کتاب میں حضرت شیخ رح کی مختلف و متنوع تالیفات کا مفصل جائزہ اور ان کے محققانہ و محدثانہ اور عالمانہ رشحات قلم اور شاہکار نقوش کا مبسوط تذکرہ مولانا محمد شاہد سہارنپوری نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ فہرست اور کتابوں کا تعارف خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل منظر عام پر آچکی ہے۔ جن کتابوں کا تعارف مؤلف نے پیش کیا ہے ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، سوانح، تصوف، تجوید اور فضائل و مسائل جیسے اہم موضوعات کے علاوہ دیگر موضوع پر مبنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب بھی شامل ہیں۔ جو عربی، اردو، ہندی، فارسی، انگریزی، بنگالی وغیرہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور کچھ کتابوں کی اشاعت باقی ہے۔

یہ کتاب اصحاب علم و معرفت اور مؤلفین اور مصنفین کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔ اللہ تعالی شرف قبولیت سے نوازے۔

نام کتاب: ہندوستان سے دیار حرم تک۔
مؤلف : مولانا محمد ناظم ندوی
صفحات : ۶۷۲ ، سائز: $\frac{22 \times 18}{8}$
قیمت: درج نہیں۔
ملنے کا پتہ: صحیفہ اکیڈمی، المعہد الاسلامی، مانک مئو۔ سہارنپور (یو۔پی)

ایسا کون سا دل ہے جس میں حج بیت اللہ کی آرزو نہ ہو۔ ایسی کون سی آنکھ ہے جو حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی مشتاق نہ ہو اور ایسا کون سا مرد مومن ہے جو ان مبارک اور مسعود گھروں کے تقدس اور احترام پر خود کو نچھاور کرنے کو تیار نہیں اور اپنی پلکوں سے انھیں صاف کرنے پر فخر نہیں سمجھتا۔

یقیناً وہ مومن مومن نہیں، جو حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کے تذکرے سے کیف و وجد میں تجھوم نہ اٹھے، بے شک جب کسی مسلمان کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور مدتوں کی تمنا اور برسوں کی آرزو پوری ہوتی ہے تو اس کا قلب و جگر اور ضمیر سرور و کیف سے جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جبکہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے بندۂ مومن کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے، "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔" (مشکوٰۃ) جس نے اللہ کے لئے حج کیا۔ دوران حج فسق، جنگ و جدال اور جماع وغیرہ نہ کیا تو اب وہ گناہ سے ایسا دھلا دھلایا (گناہ سے پاک) ہوگیا جیسے ابھی اسے اس کی ماں نے جنا ہے۔ اور فرمایا: "وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔" (مشکوٰۃ) مقبول حج کا بدلہ (اجر) صرف جنت ہے۔

زیر نظر کتاب "ہندوستان سے دیار حرم تک" مولانا محمد ناظم ندوی (رئیس المعہد الاسلامی مانک مئو۔ سہارنپور) کے سفر حج کی مفصل اور مکمل روداد ہے۔ جس کو انھوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد عمدہ اسلوب، سلیس زبان، خوبصورت پیرایہ بیان اور اثر انگیز انداز میں قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب میں حج کی فضیلت بھی ہے اور دعوت بھی، حجاج کرام کے لئے بشارت بھی ہے اور پیغام بھی، تمنا اور آرزو بھی ہے اور دعا و مناجات بھی، درد و کیف بھی ہے اور سرور و انبساط بھی۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کیا نماز جنازہ میں فرض وواجب نمازوں کی طرح قیام فرض ہے؟

ج:۔ ہاں! جس طرح فرض وواجب نمازوں میں قیام فرض ہے، اسی طرح نماز جنازہ میں قیام فرض ہے۔

س:۔ کیا جنازہ لے جاتے وقت زور سے دعائیں پڑھ سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! جنازہ لے جاتے وقت زور سے دعا پڑھنا مکروہ ہے۔

س:۔ کیا بغیر غسل دیے ہوئے کسی میت کی نماز جنازہ پڑھ دی جائے تو نماز ہو جائے گی؟

ج:۔ میت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اس کا نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہونا ضروری ہے لہٰذا بغیر غسل دیے ہوئے نماز جنازہ درست نہ ہوگی، غسل دینے کے بعد دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔

س:۔ ایک بچی سال بھر کے بعد انتقال کر گئی کیا اس بچی کو مرد غسل دے سکتا ہے؟

ج:۔ ہاں! مذکورہ بچی کو غسل دے سکتا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے چھوٹے بچے کو اور مردوں کے لیے چھوٹی بچی کو غسل دینا جائز ہے۔

س:۔ زید فجر کی نماز میں دیر سے پہونچا، جماعت ہو رہی تھی، اب وہ سنتوں کو ادا کرے یا جماعت میں شریک ہو؟

ج:۔ اگر زید کو سنت ادا کرنے میں فرض کی دونوں رکعتوں کے چھوٹنے کا اندیشہ ہے تو سنت کو ترک کر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے، اور اگر سنت ادا کرنے کے بعد فرض کی ایک رکعت بھی ملنے کی امید ہو تو سنت ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو (در المختار باب ادراک الفریضہ ۱/۶۰)

س:۔ اگر اذان نماز کا وقت آنے سے پہلے کہہ دی گئی تو کیا وہ معتبر ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ مذکورہ اذان معتبر نہیں ہوگی بلکہ اگر ایک کلمہ بھی وقت آنے سے پہلے کہا گیا ہے تو اذان دہرائی جائے گی ورنہ نماز بغیر اذان کہے ہوئے پڑھی جانے والی سمجھی جائے گی۔

س:۔ زید کی فجر کی نماز قضا ہو گئی، اب وہ سنت وفرض دونوں ادا کرے یا صرف فرض؟ اور کب تک ادا کرے؟

ج:۔ زوال سے پہلے سنت وفرض دونوں ادا کرے بعد زوال صرف فرض ادا کرے۔

"واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها ……… ولا یقضیها الا بطریق التبعیة بقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده (در مختار ۱/۶۰)

س:۔ بہت سے لوگ بغیر ٹوپی کے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز بھی ادا کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

ج:۔ قرآن پاک کی تلاوت بغیر ٹوپی بلا کراہت درست ہے، نماز اگر بلا عذر بغیر ٹوپی کے پڑھتا ہے تو کراہت ہوگی۔

س:۔ کیا بغیر وضو تسبیح پڑھی جا سکتی ہے؟

ج:۔ بغیر وضو کے تسبیح پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

س:۔ سرکاری ملازمین اپنی تنخواہ میں سے طے شدہ رقم پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو ریٹائرمنٹ کے بعد مع سود ان کو واپس دی جاتی ہے انتقال ہونے کی صورت میں وارثوں کو دی جاتی ہے، کیا شرعاً اس فنڈ کا روپیہ استعمال کرنا درست ہے؟

ج:۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم درست ہے، ملازمت پوری ہونے یا انتقال کے بعد جمع شدہ رقم کے ساتھ جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود نہیں ہے اس لیے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س:۔ ایک گورنمنٹ ملازم نماز کے اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لئے جاتا ہے تو کیا اسے ان اوقات کے بدلے میں زیادہ کام کرنا چاہئے؟

ج:۔ نماز فرض ہے، اتنے وقت کے بدلے میں زائد کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنی ڈیوٹی انجام دے، نماز کے بہانے زائد وقت صرف نہ کرے۔

س:۔ بعض قبرستانوں میں قبریں ملی ملی ہوتی ہیں اور کسی مخصوص قبر تک پہونچنے کے لئے قبروں پر چلنا ناگزیر ہے تو ایسے میں کیا کرے؟

ج:۔ قبروں کو روندنا جائز نہیں ہے بچ بچا کر اس قبر تک جا سکتا ہے تو چلا جائے، ورنہ دور ہی سے فاتحہ پڑھے۔

س:۔ کیا بوقت ذبح جانور کا منہ قبلہ رخ کرنا سنت سے ثابت ہے؟

ج:۔ ہاں! بوقت ذبح جانور کا منہ قبلہ رخ کرنا چاہئے یہ حکم سنت سے ثابت ہے۔

بقیہ: درس حدیث

(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں، جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو۔ (سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے خدا کے یہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں، اور (سب سے بڑھ کر) خدا کی خوشنودی، اور خدا (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت میں مذکور صاف ستھرے پاکیزہ سامان راحت اور ہمیشہ باقی رہنے والے ثواب و بدلہ اور ناقص اور ختم ہو جانے والے اسباب دنیاوی پر نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی حقیقت کو مزید واضح فرماتے ہیں، آپ کا ارشاد ہے (درہم ودینار ٹھاٹ باٹ اور زیب وزینت کا پرستار ہلاک ہو، ملا تو خوش نہ ملا تو ناراض)۔

اس کے پیش نظر کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق مال کی محبت بے راہ روی کا خطرناک سبب ہے، قرآن وحدیث دونوں ہی مختلف اوقات ومناسبتوں سے اس کے مداوے کی راہ دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ"

اور (دیکھ) بسا اوقات اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔ (سورہ طٰہٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو دنیا سے دل نہ لگانے کی تربیت کرتے رہے اور تمام معاملات میں اعتدال ومیانہ روی کی تعلیم فرماتے رہے حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے حالات اور باتیں سنتے تو جلدی سے گھر میں داخل ہو جاتے اور یہ آیت پڑھتے "وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتدل ومتوازن طریقہ تربیت کے اسی لطیف انداز میں خواہشات نفسانی سے آگاہ فرماتے رہتے تھے، اور اس سے بچنے کی تدابیر بیان فرماتے رہتے تھے، لوگوں کے دنیا کی طرف جھکنے اور تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھنے کو بنظر عبرت دیکھنے کی ہدایت فرماتے رہتے تھے، اور دنیا سے تعلق کی وہ مقدار وحد بیان فرماتے رہتے تھے جو مناسب ہو، اور ذہنوں کی وہ بے داغ تعمیر فرماتے جو قناعت وتقویٰ پر قائم ہو، ابن حبان حضرت ابوذرؓ کی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ابوذرؓ) کیا تم مال کی زیادتی کو مالداری سمجھتے ہو، میں نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسولؐ ہم تو یہی سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا: مالداری تو حقیقتاً دل کی مالداری ہے اور غریبی دل کی غریبی ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مال کی زیادتی حقیقتاً مالداری نہیں ہے اس لئے کہ بہت سے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی عطا کی ہے انہیں اپنے اس مال پر اطمینان وقناعت نہیں وہ برابر مال بڑھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ مال کہاں سے آرہا ہے وہ مال کی اسی شدید محبت ولالچ کی وجہ سے گویا فقیر ہیں۔ اصلاً تو مالداری دل کی مالداری ہے کہ جو کچھ ملا اس پر مطمئن وقانع ہے، برابر بڑھاتے رہنے کی لالچ میں نہیں رہتا، نہ طلب مال میں سرگرداں رہتا ہے ایسا شخص تھوڑا مال ہونے پر بھی گویا غنی ہے، قرطبیؒ نے کہا کہ مفید مالداری یا بڑی مالداری، یا قابل تعریف وپسندیدہ مالداری دل کا غنی ہوتا ہے، ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب دل غنی ہوگا تو وہ حرص ولالچ سے بچائے گا، جس کے ذریعہ بڑائی وعزت نفس حاصل ہوگی، اس کی اہمیت ہوگی، اس کو پاکیزہ کردار لوگوں میں بلندی وتعریف کا وہ مرتبہ حاصل ہوگا جو اس مالدار کو نہیں حاصل ہوگا جس کا دل حرص ولالچ، طبیعت کے گھٹیا پن اور بخل کی وجہ سے پست وذلیل کاموں کے کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے، لوگ برابر اس کی مذمت کرتے رہتے ہیں اور ان کی نظروں میں اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی، وہ حقیر سے حقیر اور ذلیل سے بھی ذلیل آدمی سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ دل کا غنی اللہ کی عطا کردہ نعمت پر قانع رہتا ہے بلا ضرورت مال بڑھانے کی لالچ میں نہیں پڑتا، ہر وقت مال کی تلاش میں نہیں رہتا نہ بار بار سوال کرتا رہتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کی قسمت میں جو ہے اس پر راضی ہے اس کو یہ استغناء ایسا بنا دیتا ہے جیسے گویا مال اس کو ملتا ہی رہتا ہے۔

انسان کا دل فقیر اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر اس کو قناعت نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت مال کی فکر میں لگا رہتا ہے جس طرح بھی حاصل ہو، جیسے اس کے پاس مال ہے ہی نہیں، چنانچہ جب اس کی منشا کے مطابق مال نہیں ملتا تو اس طرح رنج وغم کا شکار ہوتا ہے اور گھٹن وکڑھن میں مبتلا رہتا ہے جیسے مال سے محروم شخص پریشان ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ اس پر قناعت نہ کرے گا جو اس کو ملا ہے تو فقیری کے مثل ہے کہ جیسے وہ برابر دوسروں کا دست نگر رہتا ہے ایسے ہی یہ مالدار بھی ہر وقت مال ہی پر نظر رکھتا ہے، استغناء تو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان

اللہ تعالیٰ کی عطا اور فیصلہ پر راضی رہے اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے رکھے، یہ اس یقین کے ساتھ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ اچھا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے[1]

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ قناعت اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو چیزیں دی ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا اس پر راضی وخوش رہے، انسان پر اس کی خاندانی وجسمانی صلاحیتوں کا اثر ہوتا ہے اور ماحول وواقفیت اس کو مزید طاقت پہونچاتی ہے، جو چیزیں اس کو میسر نہیں اور دوسرے کو حاصل ہیں یہ برابر ان کے لئے کوشاں رہتا ہے ہے انھیں افکار روحانی کی تدبیر وعلاج حضور صلی اللہ نے اپنے اس ارشاد میں بتایا ہے۔

"مالداری ساز وسامان کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل مالداری دل کا استغنا اور قناعت ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو دیرپا معنوی قدروں، ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی زندگی، اور خوف خدا کی طرف متوجہ کرنے کی کتنی فکر تھی، اور آپ مؤمن بندوں کے دلوں میں اچھے اصول وضابطوں کو بٹھا دینے کے کیسے حریص تھے کہ آپ اصل مالداری دل کے استغنا کو قرار دیتے ہیں، مال کی زیادتی اور کثرت کو بلندی کا معیار نہیں قرار دیتے۔

حدیث میں مال کی اچھائی کی طرف بھی اشارہ ہے لیکن اس کی یہ اچھائی نفس مال کی اچھائی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا انحصار اس کے استعمال پر ہے۔ گو مال کو اچھا ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی مالدار محض مال ہونے کی وجہ سے مالدار نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا انحصار مال کے خرچ پر ہوگا کہ وہ کہاں خرچ ہو رہا ہے۔ خرچ ہو بھی رہا ہے یا صاحب مال اپنے بخل ولالچ کے سبب اس کو جمع ہی کرتا جارہا ہے

اگر کوئی مالدار ہے اور اس مال کو اہل حقوق پر خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے، اس مال کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں نہیں لگاتا تو یہ مالدار نہیں ہوا اس کا دل فقیر ہے وہ ختم ہوجانے کے ڈر سے مال کو خرچ کرنے سے روکے ہوئے ہے، ایسا شخص ظاہر وباطن دونوں اعتبار سے فقیر ہے۔ خواہ مال اس کے تصرف میں ہو، اس لئے کہ وہ اس مال سے نہ دنیا کا فائدہ اٹھاتا ہے نہ آخرت کا بلکہ اس طرح تو یہ مال اس کے لئے وبالِ جان ہوگا۔ بقول شاعر ؎

ان الغنی ھو الغنی بنفسہ
ولو أنہ عاری المناکب حافی
ما کل ما فوق البسیطۃ کافیا
واذا قنعت فبعض شیئ کافی

غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو چاہے اس کے جسم پر کپڑا اور پاؤں میں جوتا تک نہ ہو، روئے زمین پر جو کچھ ہے اگر وہ سب مل جائے تو کافی نہیں ہوگا لیکن قناعت کرو تو تھوڑا بھی کافی ہے۔

حدیث کا فقہی پہلو

مومن کے لئے جائز ہے کہ مال کمانے، اکٹھا کرنے اور مالدار بننے کے لئے حدود شریعت کے اندر جائز وسائل کو کام میں لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غنٰی کی دعا فرمایا کرتے تھے، آپ یہ دعا فرماتے:۔ "اللّٰھم انی أسئلک الھدیٰ والتقی والعفاف والغنیٰ" اے اللہ میں تجھ سے تقویٰ ہدایت سوال کرنے سے حفاظت اور غنٰی کا طلبگار ہوں۔ آپ نے اپنے خادم حضرت انسؓ کے لئے مال کی زیادتی اور درازی عمر کی دعا فرمائی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اپنے خادم انسؓ کے لئے دعا فرما دیجئے، آپ نے فرمایا: اے اللہ تو ان (انس) کے مال اور اولاد کو بڑھا دے

اور جو کچھ انھیں عطا فرما اس میں برکت دے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ یہ حدیث بندۂ مؤمن کے دل میں اجر قناعت اور فیصلۂ خداوندی پر راضی رہنے کا شوق پیدا کرتی ہے۔

۲۔ مال کی لالچ اور اس کی حد سے بڑھی ہوئی حرص، دین وعقیدہ کو نقصان پہونچا کر مال کی محبت میں غلو سے نفرت پیدا کرتی ہے۔

۳۔ حدیث شرعی طریقہ سے مال جمع کرنے کو حرام نہیں بتاتی اور نہ اس سے روکتی ہے بلکہ مسلمان کو ان طریقوں کے اپنانے کی طرف متوجہ کرتی ہے جو باعثِ راحت ہوں۔

۴۔ قناعت کا مطلب یہ نہیں کہ محتاج لوگ گھٹیا وفاقہ کشی کی زندگی پر راضی رہیں، کسب معاش کی کوئی فکر وکوشش نہ کریں۔ بلکہ قناعت کا مطلب اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر اس کی حمد وثنا کرنا، جو کچھ ملا ہے اس پر شکر ادا کرنا، دوسروں کی طرف سے کینہ رکھنے سے پرہیز اور اللہ کے دیئے پر خوش ومطمئن رہنا ہے۔

---

[1] فتح الباری کتاب الرقاق

[2] مشکلۃ الفقر شیخ یوسف القرضاوی

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
NOTE BOOK
حرمین
اُردو کاپی
:- ملنے کا پتہ :-
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کرسکتے ہیں صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

دار العلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

تکمیل کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ درکار

دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے جب کہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مزید اقامت گاہوں کی ضرورت تو ہے ہی بڑھتے ہوئے عملے کے لئے اولین فرصت میں کوارٹر بنوانے کی شدید وفوری ضرورت ہے جس کے لئے زمین حاصل کرلی گئی ہے لیکن تعمیر رکی ہوئی ہے۔ جو اہل خیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہے خاص طور سے معہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کا قیام دار العلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اقامت گاہ اور اسٹاف کوارٹرس کی شدید ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد وحساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ:۔ چک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے۔ چک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیے:۔
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔
NAZIM. NADWATUL ULAMA. LUCKNOW. U.P.